کیا ہے یہ نعت میں جو ہمسری ترے کمال کا ٭ یارب ملے کلام کو صدقہ قبول کا

الحمد للہ والمنۃ

کہ جان نسیم گلشن نعت ہے باد مدح و ثنا شان رسالت و ایمان اہل محبت

یعنی

ذوقِ نعت

۱۳۲۶

معروف بہ

صلۂ آخرت

۱۳۲۶

مصنفہ

تاج وہان شاعرِ رسول اکرم مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن

رحمۃ اللہ علیہ

جس کو حضرت مولانا ابو البرکات علامہ سید احمد صاحب مدیر مجلس

حزب الاحناف لاہور نے شائع فرمایا۔



ہے پاک رتبہ فکر سے اُس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب
کیا کام اس جگہ خردِ ہرزہ تاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہ راز کا

غش آ گیا کلیم سے مشتاقِ دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اُس بے نیاز کا

ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا

افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا

اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمتِ بیکس نواز کا

مانندِ شمع تیری طرف لو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

بندہ پہ تیرے نفسِ لعیں ہو گیا محیط
اللہ کر علاج مری حرص و آز کا

کیونکر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسن
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور ہی پر نہیں موقوف اُجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا

ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
کونسی بزم میں روشن نہیں اِکّا تیرا

پھر نمایاں جو سرِ طور ہو جلوہ تیرا
آگ لینے کو چلے عاشقِ شیدا تیرا

خیرہ کرتا ہے نگاہوں کو اُجالا تیرا
کیجیے کونسی آنکھوں سے نظارا تیرا

جلوۂ یار نرالا ہے یہ پردہ تیرا
کہ گلے ملکے بھی کھلتا نہیں ملنا تیرا

کیا خبر ہے کہ علی العرش کے معنی کیا ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی جویا تیرا

ارنی گوئے سرِ طور سے پوچھے کوئی
کس طرح غش میں گراتا ہے تجلّا تیرا

پار اترتا ہے کوئی غرق کوئی ہوتا ہے
کہیں پایاب کہیں جوش میں دریا تیرا

باغ میں پھول بنا شمع بنا محفل میں
جوشِ نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا

نئے انداز کی خلوت ہے یہ اے پردہ نشیں
آنکھیں مشتاق رہیں دل میں ہو جلوہ تیرا

شہ نشیں ٹوٹے ہوئے دل کو بنایا اُس نے
آہ اے دیدۂ مشتاق یہ لکھا تیرا

سات پردوں میں نظر اور نظر میں عالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ معمّا تیرا

طور کا ڈھیر ہوا عشق میں پہلے مجھ سے
کیوں نہ ہو یار کہ جلوہ ہے یہ جلوہ تیرا

چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخنِ عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا

دشتِ ایمن میں مجھے خاک نظر آئیگا
مجھ میں ہو کر نظر آتا نہیں جلوہ تیرا

ہر سحر نغمۂ مرغانِ نوا سنج کا شور
گونجتا ہے ترے اوصاف سے صحرا تیرا

وحشیِ عشق سے کھلتا ہی نہیں پردۂ یار
کچھ نہ کچھ ہوگا کہ دیوانہ ہے یہ شیفتہ تیرا

سچ ہے انسان کو کچھ کھو کے ملا کرتا ہے
آپ کو کھو کے تجھے پائے گا جویا تیرا

ہیں ترے نام سے آبادی و صحرا آباد
شہر میں ذکر ترا دشت میں چرچا تیرا

برقِ دیدار ہی نے تو یہ قیامت توڑی
سب سمجھتے ہیں کہ کسی سے نہیں پردہ تیرا

آمدِ حشر سے اک عید ہے مشتاقوں کو
اسی پردہ میں تو ہے جلوۂ زیبا تیرا

سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلّی پایا
پوچھنے جائیے اب کس سے ٹھکانا تیرا

طور پر جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا

کام دیتی ہیں یہاں دیکھیے کس کی آنکھیں
دیکھنے کو تو ہے مشتاق زمانہ تیرا

میکدہ میں ہے ترا نام تو اذاں مسجد میں
وصف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا

چاک ہو جائیں گے دل جیب و گریباں کس کے
ہیں فدا مفلس و محتاج و گدا کون کہیں
آفریں اہل محبت کے دلوں کو کہ یہ دوست
اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
انگلیاں کانوں میں لے دے کے سنا کرتے ہیں

دے نہ چھپنے کی جگہ راز کو پردہ تیرا
صاحب جود و کرم وصف ہے کس کا تیرا
ایک کوزے میں لئے بیٹھے ہیں دریا تیرا
تو مرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا
خلوت دل میں عجب شور ہے برپا تیرا

اب جاتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا ہے محبوب ہے پیارا تیرا

نعت شریف

جن و انسان و ملک کو ہے بھروسا تیرا
واہ اے عطر خدا ساز مہکنا تیرا
دہر میں آٹھ پہر بٹتا ہے باڑہ تیرا
لامکاں میں نظر آتا ہے اجالا تیرا
جلد جا یار ادھر بھی کوئی پھیرا تیرا
یہ نہیں ہے کہ فقط ہے یہ مدینہ تیرا
کیا کہے وصف کوئی دشت مدینہ تیرا
کس کے دامن میں چھپیں کس کے قدم پر لوٹے
خبر کون و مکاں اور تیرا خلق ایسی
خوبرویان جہاں تجھ پہ فدا ہوتے ہیں
وحشت چہرہ میں گھبرا کے ہوں ناؤ تجھے
بادشاہان جہاں بہر گدائی آئیں
دشمن و دوست کو منہ پہ ہے کشادہ یکساں
پاؤں مجروح ہیں منزل ہے کڑی بوجھ بہت
نیک اچھے ہیں کہ اعمال ہیں ان کے اچھے

سرورا مرجع کل ہے در والا تیرا
خوبرو ملتے ہیں کپڑوں میں پسینا تیرا
وقف ہے مانگنے والوں پہ خزانہ تیرا
دور پہنچایا ترے حسن نے شہرہ تیرا
حسرتیں آٹھ پہر تکتی ہیں رستا تیرا
تو ہے مختار دو عالم پہ ہے قبضہ تیرا
پھول کی جان نزاکت میں ہو کانٹا تیرا
تیرا سگ جائے کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا
ہاتھ تکیہ ترا خاک بچھونا تیرا
وہ ہے اے ماہ عرب حسن دل آرا تیرا
اے مرے خضر ادھر بھی کوئی پھیرا تیرا
دینے پر آئے اگر مانگنے والا تیرا
روئے آئینہ ہے منہ کے لئے در والا تیرا
آہ اگر ایسے میں پایا نہ سہارا تیرا
ہم بدوں کے لئے کافی ہے بھروسا تیرا

آفتوں میں ہے گرفتار غلامِ عجمی
اے عرب والے اِدھر بھی کوئی پھیرا تیرا

اونچے اونچوں کو ترے سامنے ساجد پایا
کس طرح سمجھے کوئی رتبہ اعلےٰ تیرا

خارِ صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے
آمری جان میرے دل میں ہے رستا تیرا

کیوں نہ ہو ناز مجھے اپنے مقدر پہ کہ ہوں
سگ ترا بندہ ترا مانگنے والا تیرا

اچھے اچھے ہیں ترے در کی گدائی کرتے
اونچے اونچوں میں بٹا کرتا ہے صدقا تیرا

بھیک بے مانگے فقیروں کو جہاں ملتی ہو
دونوں عالم میں وہ دروازہ ہے کس کا تیرا

کیوں تمنا مری مایوس ہو اے ابرِ کرم
سوکھے دھانوں کا مددگار ہے چھینٹا تیرا

ہائے پھر خندہ بیجا مرے لب پر آیا
ہائے پھر بھول گیا راتوں کا رونا تیرا

حشر کی پیاس سے کیا خوف گنہگاروں کو
تشنہ کاموں کا خریدار ہے دریا تیرا

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

صدق نے تجھ میں یہاں تک تو جگہ پائی ہے
کہہ نہیں سکتے الٹ کو بھی تو جھوٹا تیرا

خاص بندوں کے تصدق میں رہائی پائے
آخر اس کام کا تو ہے یہ نکما تیرا

بندِ غم کاٹ دیا کرتے ہیں تیرے ابرو
پھیر دیتا ہے بلاؤں کو اشارا تیرا

حشر کے روز ہنسائے گا خطا کاروں کو
میرے غمخوار دلِ شب میں یہ رونا تیرا

عملِ نیک کہاں نامۂ بدکاراں میں
ہے غلاموں کو بھروسا مرے آقا تیرا

بہرِ دیدار جھک آئے ہیں زمیں پر تارے
واہ اے جلوۂ دلدار چمکنا تیرا

اونچے ہو کر نظر آتی ہے ہر اک شے چھوٹی
جا کے خورشید بنا چرخ پہ ذرہ تیرا

اے مدینہ کی ہوا دل مرا افسردہ ہے
سوکھی کلیوں کو کھلا جاتا ہے جھونکا تیرا

میرے آقا ہیں وہ ابرِ کرم سوزِ الم
ایک چھینٹے کا بھی ہوگا نہ بہ دھرا تیرا

اب حسنؔ منقبتِ خواجۂ اجمیر سنا
طبع پر جوش ہے رکتا نہیں خامہ تیرا

منقبت حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلےٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مے سرجوش در آغوش ہے شیشہ تیرا
بیخودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالا تیرا

خفتگانِ شبِ غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کا نہ سونا تیرا

ہے تری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

جو رہا ملنے عالم سے اُسے کیا مطلب
خاک میں مل نہیں سکتا کبھی ذرہ تیرا

کس قدر جوشِ تحیر کے عیاں ہیں آثار
نظر آیا مگر آئینہ کو تلوا تیرا

گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغِ عالم
تختۂ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا

تیرے ذرہ پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے
اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو جلوہ تیرا

تجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار
بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا

پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے پیارے
آنکھیں پُر نور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا

ظلِ حق غوث پہ ہے غوث کا سایہ تجھ پر
سایہ گستر سرِ خدام پہ سایہ تیرا

تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شانِ رفیع
دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کر رتبہ تیرا

کیوں نہ بغداد میں جاری ہو ترا چشمۂ فیض
بحرِ بغداد ہی کی نہر ہے دریا تیرا

کرسی ڈالی تری تختِ شہِ جیلاں کے حضور
کتنا اونچا کیا اللہ نے پایا تیرا

رشک ہوتا ہے غلاموں کو کہیں آقا سے
کیوں کہوں رشک دہ بدر ہے تلوا تیرا

بشر افضل ہیں ملک سے تری یوں مدح کروں
نہ ملک خاص بشر کرتے ہیں مجرا تیرا

جب سے تو نے قدمِ غوث لیا ہے سر پر
اولیا سر پہ قدم لیتے ہیں شاہا تیرا

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہے
اے حسنؔ کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

نعت شریف

آسماں گر ترے تلووں کا نظارا کرتا
روز اک چاند تصدق میں اُتارا کرتا

طوفِ روضہ ہی پہ چکرائے تھے کچھ ناواقف
میں تو آپے میں نہ تھا اور جو سجدہ کرتا

صرصرِ دشتِ مدینہ جو کرم فرماتی
کیوں میں افسردگیٔ بخت کی پروا کرتا

چھپ گیا چاند نہ آئی ترے دیدار کی تاب / اور اگر سامنے رہتا بھی تو سجدہ کرتا

یہ وہی ہیں کہ گرو آپ اور ان پر مچلیے / اُلٹی باتوں پہ کہو کون نہ سیدھا کرتا

ہم سے ذرّوں کی تو تقدیر ہی چمکا جاتا / مہر فرما کے وہ جس راہ سے نکلا کرتا

دھوم ذرّوں میں انا الشمس کی پڑ جاتی ہے / جس طرف سے ہے گزر چاند ہمارا کرتا

آہ کیا خوب تھا گر حاضرِ در ہوتا میں / اُن کے سایہ کے تلے چین سے سویا کرتا

شوق و آداب بہم گرمِ کشاکش رہتے / عشق گم کردہ تواں عقل سے اُلجھا کرتا

آنکھ اٹھتی تو میں جھنجھلا کے پلک سی لیتا / دل بگڑتا تو میں گھبرا کے سنبھالا کرتا

بیخودانہ کبھی سجدہ میں سوئے در گرتا / جانبِ قبلہ کبھی چونک کے پلٹا کرتا

بام تک دل کو کبھی بال کبوتر دیتا / خاک پر گر کے کبھی ہائے خدایا کرتا

گاہ مرہم نہی زخمِ جگر میں رہتا / گاہ نشتر زنیِ خونِ تمنا کرتا

ہمرہِ مہر کبھی گردِ حظیرہ پھرتا / سایہ کے ساتھ کبھی خاک پہ لوٹا کرتا

صحبتِ داغِ جگر سے کبھی جی بہلاتا / اُلفتِ دست و گریباں کا تماشا کرتا

دلِ حیراں کو کبھی ذوقِ تپش پر لاتا / تپشِ دل کو کبھی حوصلہ فرسا کرتا

کبھی خود اپنے تحیّر پہ میں حیراں رہتا / کبھی خود اپنے سمجھنے کو نہ سمجھا کرتا

کبھی کہتا کہ یہ کیا بزم ہے کیسی ہے بہار / کبھی اندازِ تجاہل سے میں توبہ کرتا

کبھی کہتا کہ یہ کیا جوشِ جنوں ہے ظالم / کبھی پھر گر کے تڑپنے کی تمنا کرتا

ستھری ستھری وہ فضا دیکھ کے میں غرقِ گناہ / اپنی آنکھوں میں خود اُس بزم میں کھٹکا کرتا

کبھی رحمت کے تصور میں ہنسی آ جاتی / پاسِ آداب کبھی ہونٹوں کو بخیہ کرتا

دلِ اگر رنجِ معاصی سے بگڑنے لگتا / عفو کا ذکر سنا کر میں سنبھالا کرتا

یہ مزے خوبیِ قسمت سے جو پائے ہوتے / سخت دیوانہ تھا گر خلد کی پروا کرتا

موت اُس دن کو جو پھر نام وطن کا لیتا / خاک اُس سر پہ جو اُس در سے کنارہ کرتا

اے حسنؔ قصدِ مدینہ نہیں رونا ہے یہی / اور میں آپ سے کس بات کا شکوہ کرتا

عاصیوں کو درِ تمہارا مل گیا / بے ٹھکانوں کو ٹھکانا مل گیا

فضلِ رب سے پھر کمی کس بات کی　　مل گیا سب کچھ جو طیبہ مل گیا
کشفِ رازِ من رآنی یوں ہوا　　تم ملے تو حق تعالےٰ مل گیا
بیخودی ہے باعثِ کشفِ حجاب　　مل گیا ملنے کا رستا مل گیا
اُن کے در نے سب سے مستغنی کیا　　بے طلب بے خواہش اِتنا مل گیا
ناخدائی کے لئے آئے حضور　　ڈوبتو نکلو سہارا مل گیا
دونوں عالم سے مجھے کیوں کھو دیا　　نفسِ خود مطلب شبھے کیا مل گیا
آنکھیں پُرنم ہوگئیں سر جھک گئے　　جب ترا نقشِ کفِ پا مل گیا
خلد کیسا کیا چمن کس کا وطن　　مجھ کو صحرائے مدینہ مل گیا
ہے محبت کس قدر نامِ خدا　　نامِ حق سے نام والا مل گیا
اُن کے طالب نے جو چاہا پا لیا　　اُن کے سائل نے جو مانگا مل گیا
تیرے در کے ٹکڑے ہیں اور میں غریب　　مجھ کو روزی کا ٹھکانا مل گیا

اے حسن فردوس میں جائیں جناب
ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

دِل مرا دُنیا پہ شیدا ہو گیا　　اے مرے اللہ یہ کیا ہو گیا
کچھ مرے بچنے کی صورت کیجئے　　اب تو جو ہونا تھا مولےٰ ہو گیا
عیب پوشِ خلق دامن سے ترے　　سب گنہگاروں کا پردہ ہو گیا
رکھ دیا جب اُس نے پتھر پر قدم　　صاف اِک آئینہ پیدا ہو گیا
دُور ہو مجھ سے جو اُن سے دُور ہے　　اُس پہ میں صدقے جو اُن کا ہو گیا
گرمیٔ بازار مولےٰ بڑھ چلی　　نرخِ رحمت خوب سستا ہو گیا
دیکھ کر اُن کا فروغِ حُسنِ پا　　مہر ذرّہ چاند تارا ہو گیا
رَبِّ سَلِّمْ وہ ادھر کہنے لگے　　اُس طرف پار اپنا بیڑا ہو گیا
اُنکے جلووں میں ہیں یہ دلچسپیاں　　جو وہاں پہنچا وہیں کا ہو گیا
تیرے ٹکڑوں سے پلے دونوں جہاں　　سب کا اس در سے گزارا ہو گیا
السّلام اے ساکنانِ کوئے دوست　　ہم بھی آتے ہیں جو ایسا ہو گیا
اُنکے صدقے میں عذابوں سے چھٹے　　کام اپنا نام اُن کا ہو گیا

سر وہی جو اُن کے قدموں سے لگا
دل وہی جو اُن پہ شیدا ہو گیا

حسنِ یوسف پر زلیخا مٹ گئیں
آپ پر اللہ پیارا ہو گیا

اُسکو شیروں پہ شرف حاصل ہوا
آپ کے در کا جو کتا ہو گیا

زاہدوں کی خلد پر کیا دھوم تھی۔
کوئی جانے گھر یہ اُن کا ہو گیا

غول اُسکے عاصیوں کے آئے جب
چھنٹ گئی سب بھیڑ رستا ہو گیا

جا پڑا جو دشتِ طیبہ میں حسن
گلشنِ جنت گھر اُس کا ہو گیا

کہوں کیا حال زاہد وادیِ طیبہ کی نزہت کا
کہ ہے خلدِ بریں چھوٹا سا ٹکڑا میری جنت کا

تعالی اللہ شوکت تیرے نامِ پاک کی آقا
کہ اب تک عرشِ اعلیٰ کو ہے سکتہ تیری ہیبت کا

وکیل اپنا کیا ہے احمدِ مختار کو میں نے
نہ کیونکر پھر رہائی میری منشا ہو عدالت کا

بلاتے ہیں اُسی جس کی بگڑتی وہ بناتے ہیں
کمر بندھنا دیارِ طیبہ کو کھلنا ہے قسمت کا

کھلیں اِسلام کی آنکھیں ہوا سارا جہاں روشن
عرب کے چاند صدقے کیا ہی کہنا تیری طلعت کا

نہ کر رسوائے محشر واسطہ محبوب کا یارب
یہ مجرم دور سے آیا ہے سن کر نام رحمت کا

مرادیں مانگنے سے پہلے ملتی ہیں مدینے میں
ہجومِ جود نے روکا ہے بڑھنا دستِ حاجت کا

شبِ اسریٰ ترے جلووں نے کچھ ایسا سماں باندھا
کہ اب تک عرشِ اعظم منتظر ہے تیری رخصت کا

یہاں کے ڈوبتے دم میں اُدھر جا کر اُبھرتے ہیں
کنارا ایک ہے بحرِ ندامت بحرِ رحمت کا

غنی ہے دل بھرا ہے نعمتِ کونین سے دامن
گدا ہوں میں فقیرِ آستانِ خود بدولت کا

طوافِ روضۂ مولیٰ پہ ناواقف بگڑتے ہیں
عقیدہ اور ہی کچھ ہے ادب دانِ محبت کا

خزانِ غم سے رکھنا دور مجھ کو اُس کے صدقے میں
جو گل اے باغباں ہے عطر چہرہ باغِ صنعت کا

الٰہی بعد مُردن پردہ ہائے حائل اُٹھ جائیں
اُجالا میرے مرقد میں ہو اُن کی شمعِ تربت کا

سنا ہے روزِ محشر آپ ہی کا منہ تکیں گے سب
یہاں پورا ہوا مطلب دلِ مشتاقِ رویت کا

وجودِ پاک باعث خلقتِ مخلوق کا ٹھیرا
تمہاری شانِ وحدت سے ہوا اظہار کثرت کا

ہمیں بھی یاد رکھنا ساکنانِ کوچۂ جاناں
سلامِ شوق پہنچے بیکسانِ دشتِ غربت کا

حسن سرکارِ طیبہ کا عجب دربار عالی ہے
درِ دولت پہ اک میلا لگا ہے اہلِ حاجت کا

تصور لطف دیتا ہے دہانِ پاکِ سرور کا
بھرا آتا ہے پانی میرے منہ میں حوضِ کوثر کا

جو کچھ بھی وصف ہو اُن کے جمالِ ذرہ پرور کا
مرے دیوان کا مطلع ہو مطلع مہرِ محشر کا

مجھے بھی دیکھنا ہے حوصلہ خورشیدِ محشر کا
لئے جاؤنگا چھوٹا سا کوئی ذرہ ترے در کا

اک گوشہ چمک جائے نہلتے ذرۂ در کا
ابھی منہ دیکھتا رہ جائے آئینہ سکندر کا

اگر جلوہ نظر آئے کفِ پائے منور کا
ذرا سا منہ نکل آئے ابھی خورشیدِ محشر کا

اگر دم بھر تصور کیجئے شانِ پیمبر کا
زباں پر شور ہو بے ساختہ اللہ اکبر کا

اُجالا طور کا دیکھیں جمالِ جانفزا دیکھیں
کلیم آکر اُٹھا دیکھیں ذرا پردہ ترے در کا

دو عالم میہماں تو میزبانِ خوانِ کرم جاری
اِدھر بھی کوئی ٹکڑا میں بھی کتا ہوں ترے در کا

نہ گھر بیٹھے ملے جوہر صفا و خاکساری کے
مریدِ ذرۂ طیبہ ہے آئینہ سکندر کا

اگر اُس خندۂ دنداں نما کا وصف موزوں ہو
ابھی لہرا چلے بحرِ سخن سے چشمہ گوہر کا

ترے دامن کا سایہ اور وہ دامن کتنے پیارے ہیں
وہ سایہ دشتِ محشر کا یہ حامی دیدۂ تر کا

تمہارے کوچہ و مرقد کے زائر کو میسر ہے
نظارہ باغِ جنت کا تماشا عرشِ اکبر کا

گنہگارانِ اُمت اُن کے دامن پر مچلتے ہوں
الٰہی چاک ہو جس دم گریباں صبحِ محشر کا

ملائک جن و انساں سب اسی در کے سلامی ہیں
دو عالم میں ہے اک شہرہ مرے محتاج پرور کا

الٰہی تشنہ کامِ ہجر دیکھے دشتِ محشر میں
برسنا ابرِ رحمت کا چھلکنا حوضِ کوثر کا

زیارت ان کی کروں اور وہ شفاعت میری فرمائیں
مجھے ہنگامۂ عیدیت یارب دن ہو محشر کا

نصیبِ دوستاں اُن کی گلی میں گر سکونت ہو
مجھے ہو مغفرت کا سلسلہ ہر تارِ بستر کا

وہ رگڑنا آستانہ کا آنکھوں میں پھرتا ہے
حضوری نے بڑھایا تھا جو پایہ اوجِ منبر کا

ہمیشہ رہروانِ طیبہ کے زیرِ قدم آئے
الٰہی کچھ تو ہو اعزاز میرے کاسۂ سر کا

سہارا کچھ نہ کچھ رکھتا ہے ہر فردِ بشر اپنا
کسی کو نیک کاموں کا حسن کو اپنے یاور کا

مجرمِ ہیبت زدہ جب فردِ عصیاں لے چلا
لطفِ شہ تسکین دیتا پیشِ یزداں لے چلا

دل کے آئینہ میں جو تصویرِ جاناں لے چلا
محفلِ جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

رہروِ جنت کو طیبہ کا بیاباں لے چلا
دامنِ دل کھینچتا خارِ مغیلاں لے چلا

گُل نہ ہو جائے چراغِ زینتِ گلشن کہیں　　اپنے سر میں لیکے ہوا سے شمعِ جاناں لے چلا

رُوئے عالمتاب نے بانٹا جو باڑا نور کا　　ماہِ نو کشتی میں پیالا مہرِ تاباں لے چلا

گو نہیں رکھتے زمانہ کی وہ دولت اپنے پاس　　پر زمانہ نعمتوں سے بھر کے داماں لے چلا

تیری ہیبت سے ملا تاجِ سلاطیں خاک میں　　تیری رحمت سے گدا تختِ سلیماں لے چلا

ایسی شوکت پر کہ اُڑتا ہے پھریرا عرش پر　　جس گدا نے آرزو کی اُس کو مہماں لے چلا

دبدبہ کس سے بیاں ہو اُن کے نامِ پاک کا　　شیر کے منہ سے سلامت جانِ سلماں لے چلا

صدقے اس رحمت کے اُنکو روزِ محشر ہر طرف　　ناشکیبا شورِ فریادِ اسیراں لے چلا

ساز و سامانِ گدائے کوچہ سرور کیا کہوں　　اُس کا منگتا سروری کے ساز و ساماں لے چلا

دو قدم بھی چل نہ سکتے ہم سرِ شمشیرِ تیز　　ہاتھ پکڑے ربِّ سلّم کا نگہباں لے چلا

دستگیرِ خستہ حالاں دستگیری کیجیے　　پاؤں میں رعشہ ہے سر پر بارِ عصیاں لے چلا

وقتِ آخر ناامیدی میں وہ صورت دیکھکر　　دل شکستہ دل کے ہر پارہ میں قرآں لے چلا

قیدیوں کی جنبشِ ابرو سے بیڑی کاٹ دو　　ورنہ جرموں کا تسلسل سوئے زنداں لے چلا

روزِ محشر شاد ہوں عاصی کہ پیشِ کبریا　　رحم اُن کو اُمّتی گویاں و گریاں لے چلا

شکلِ شبنم راتوں کا رونا ترا ابرِ کرم　　صبحِ محشر صورتِ گُل ہمکو خنداں لے چلا

کشتگانِ ناز کی قسمت کے صدقے جائیے　　اُن کو مقتل میں تماشائے شہیداں لے چلا

اخترِ اسلام چمکا کفر کی ظلمت چھٹی　　بدر میں جب وہ ہلالِ تیغِ براں لے چلا

بزمِ خوباں کو خدا نے پہلے دی آرائشیں　　پھر مرے دولہا کو سوئے بزمِ خوباں لے چلا

اللہ اللہ صرصرِ طیبہ کی رنگ آمیزیاں　　ہر بگولا نزہتِ سروِ گلستاں لے چلا

غمزدوں کو جب شفاعت نے کیا امیدوار　　عفو خوشخبری مسرت تا بہ پیشِ یزداں لے چلا

قطرہ قطرہ اُن کے گھر سے بحرِ عرفاں ہو گیا　　ذرہ ذرہ اُن کے در سے مہرِ تاباں لے چلا

صبحِ محشر ہر ادائے عارضِ روشن میں وہ　　شمعِ نور افشاں پئے شامِ غریباں لے چلا

شافعِ روزِ قیامت کا ہوں ادنیٰ اُمّتی
پھر حسن کیا غم اگر میں بارِ عصیاں لے چلا

قبلہ کا بھی کعبہ رُخِ نیکو نظر آیا　　کعبہ کا بھی قبلہ خمِ ابرو نظر آیا

محشر میں کسی نے بھی مری بات نہ پوچھی
حامی نظر آیا تو بس اک تو نظر آیا

پھر بندِ کشاکش میں گرفتار نہ دیکھے
جب معجزۂ جنبشِ ابرو نظر آیا

اس دل کے فدا جو ہے تری دید کا طالب
ان آنکھوں کے قرباں جنہیں تو نظر آیا

سلطان و گدا سب ہیں ترے در کے بھکاری
ہر ہاتھ میں دروازہ کا بازو نظر آیا

سجدہ کو جھکا جائے براہیم میں کعبہ
جب قبلۂ کونین کا ابرو نظر آیا

بازارِ قیامت میں جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا خریدار ہمیں تو نظر آیا

محشر میں گنہگار کا پلہ ہوا بھاری
پلہ پہ جو وہ قربِ ترازو نظر آیا

یا دیکھنے والا تھا ترا یا ترا جویا
جو ہم کو خدا میں و خدا تجھ نظر آیا

شل ہاتھ سلاطین کے اٹھے بہر گدائی
دروازہ ترا قوتِ بازو نظر آیا

یوسف سے حسیں اور تمنائے نظارہ
عالم میں نہ تم سا کوئی خوش رو نظر آیا

فریاد غریباں سے ہے محشر میں وہ بے چیں
کوثر پہ تھا یا قربِ ترازو نظر آیا

تکلیف اٹھا کر بھی دعا مانگی عدو کی
خوش خلق نہ ایسا کوئی خوش خو نظر آیا

ظاہر ہیں حسنؔ احمدِ مختار کے سینے
کونین پہ سرکار کا قابو نظر آیا

ایسا تجھے خالق نے طرحدار بنایا
یوسف کو ترا طالبِ دیدار بنایا

طلعت سے زمانہ کو پُر انوار بنایا
نکہت سے گلی کوچوں کو گلزار بنایا

دیواروں کو آئینہ بناتے ہیں وہ جلوے
آئینوں کو جن جلووں نے دیوار بنایا

وہ جنس کیا جس نے جسے کوئی نہ پوچھے
اس نے ہی مرا تجھ کو خریدار بنایا

اے نظمِ رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تو نے ہی اسے مطلعِ انوار بنایا

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

اللہ کی رحمت ہے کہ ایسے کی یہ قسمت
عاصی کا تمہیں حامی و غمخوار بنایا

آئینۂ ذاتِ احدی آپ ہی ٹھہرے
وہ حسن دیا ایسا طرحدار بنایا

انوارِ تجلی سے وہ کچھ حیرتیں چھائیں
سب آئینوں کو پشت بدیوار بنایا

عالم کے سلاطین بھکاری ہیں بھکاری
سرکار بنایا تمہیں سرکار بنایا

گلزار کو آئینہ کیا منہ کی چمک نے
آئینہ کو رخسار نے گلزار بنایا

بے لذتِ پابوس کہ پتھر نے جگر میں۔
نقشِ قدمِ سیدِ ابرار بنایا

خدام تو بندے ہیں ترے خلقِ حسن نے
پیاسے تجھے بدخواہ کا غمخوار بنایا

بے پردہ وہ جب خاک نشینوں میں نکل آئے
ہر ذرّہ کو خورشیدِ پُر انوار بنایا

اے ماہِ عرب مہرِ عجم میں ترے صدقے
ظلمت نے مرے دن کو شبِ تار بنایا

للہ کرم میرے بھی ویرانۂ دل پر
صحرا کو ترے حسن نے گلزار بنایا

اللہ تعالیٰ بھی ہوا اُس کا طرفدار
سرکار تمہیں جس کا طرفدار بنایا

گلزارِ جناں تیرے لئے حق نے بنائے
اپنے لئے تیرا گلِ رخسار بنایا

بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

ہر بات بداعمالیوں سے میں نے بگاڑی
اور تم نے مری بگڑی کو ہر بار بنایا

اُس جلوۂ رنگیں کا تصدّق تھا وہ جس نے
فردوس کے ہر تختہ کو گلزار بنایا

اُن کے دُرِ دنداں کا وہ صدقہ تھا کہ جس نے
ہر قطرۂ نیساں دُرِ شہوار بنایا

اُس رُوحِ مجسّم کے تبرّک نے مسیحا
جاں بخش تمہیں یوں دمِ گفتار بنایا

اُس چہرۂ پُر نور کی وہ بھیک تھی جس نے
مہر و مہ و انجم کو پُر انوار بنایا

اُن ہاتھوں کا جلوہ تھا یہ اے حضرتِ موسیٰ
جس نے یدِ بیضا کو ضیا بار بنایا

اُنکے لبِ رنگیں کی نچھاور تھی وہ جس نے
پتھر میں حسن لعل پر انوار بنایا

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہوگا

خدا کا لطف ہوا ہوگا دستگیر ضرور
جو گرتے گرتے ترا نام لے لیا ہوگا

دکھائی جائیگی محشر میں شانِ محبوبی
ق
کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا

خدائے پاک کی چاہینگے اگلے پچھلے خوشی
خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا

کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہونگے
کوئی اسیرِ غم ان کو پکارتا ہوگا

کسی طرف سے صدا آئیگی حضور آؤ۔
نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا

کسی کے پلہ پہ یہ ہونگے وقتِ وزنِ عمل
کوئی امید سے منہ ان کا تک رہا ہوگا

کوئی کہیگا دُہائی ہے یا رسول اللہ
تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا

کسی کو لیکے چلیں گے فرشتے سوئے جحیم
وہ ان کا راستہ پھر پھر کے دیکھتا ہوگا

شکستہ پا ہوں مرے حال کی خبر کر دو
کوئی کسی سے یہ رو رو کے کہہ رہا ہوگا

خدا کے واسطے جلد اُن سے عرضِ حال کرو
کسے خبر ہے کہ دم بھر میں ہائے کیا ہوگا

پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دل سنائیگا
تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہوگا

زبان سوکھی دکھا کر کوئی لبِ کوثر
جنابِ پاک کے قدموں پہ گر گیا ہوگا

نشانِ خسروِ دیں دور کے غلاموں کو
لوائے حمد کا پرچم بتا رہا ہوگا

کوئی قریبِ ترازو کوئی لبِ کوثر
کوئی صراط پر انکو پکارتا ہوگا

یہ بے قرار کرے گی صدا غریبوں کی
مقدس آنکھوں سے تار اشک کا بندھا ہوگا

وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ
ہجومِ فکر و تردد میں گھر گیا ہوگا

ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے
پکار سن کے اسیروں کی دوڑتا ہوگا

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا۔

خدائی بھر انہیں ہاتھوں کو دیکھتی ہوگی
زمانہ بھر انہیں قدموں پہ لوٹتا ہوگا

بنی ہے دم پہ دہائی ہے تاج والے کی
یہ غل یہ شور یہ ہنگامہ جا بجا ہوگا

مقام فاصلوں پر کام مختلف اتنے
وہ دن ظہور کمالِ حضور کا ہوگا

کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوا اِلٰی غَیرِی
مرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا

دعائے امتِ بدکار وردِ لب ہوگی
خدا کے سامنے سجدہ میں سر جھکا ہوگا

غلام اُن کی عنایت سے چین میں ہونگے
عدو حضور کا آفت میں مبتلا ہوگا

میں اُنکے در کا بھکاری ہوں فضلِ مولیٰ سے
حسنؔ غلام کا جنت میں بسترا ہوگا

یہ اکرام ہے مصطفےٰ پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفےٰ کا

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اُٹھنے نہ پایا گدا کا

چمکتا ہوا چاند ثور و حرا کا
اُجالا ہوا برجِ عرشِ خدا کا

لحد میں عمل ہو نہ دیوِ بلا کا
جو تعویذ میں نقش ہو نقشِ پا کا

جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا
جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا

مرے گیسوؤں والے میں تیرے صدقے
کہ سر پر ہجوم بلا ہے بلا کا

ترے زیرِ پا مسندِ ملکِ یزداں
ترے فرق پر تاجِ ملکِ خدا کا

سہارا دیا جب مرے نا خدا نے
ہوئی ناؤ سیدھی پھرا رُخ ہوا کا

کیا ایسا قادر قضا و قدر نے
کہ قدرت میں ہے پھیر دینا قضا کا

اگر زیرِ دیوارِ سرکار بیٹھوں
مرے سر پہ سایہ ہو فضلِ خدا کا

ادب سے لیا تاجِ شاہی نے سر پر
یہ پایہ ہے سرکار کے نقشِ پا کا

خدا کرنا ہوتا جو تحتِ مشیت
خدا ہوکر آتا یہ بندہ خدا کا

ق

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو
پسِ ذکرِ حق ذکر ہے مصطفےٰ کا

کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہولے
تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا

یہ ہے تیرے ایمائے ابرو کا صدقہ
ہدف ہے اثر اپنے تیرِ دعا کا

ترا نام لے کر جو مانگے وہ پائے
ترا نام لیوا ہے پیارا خدا کا

نہ کیونکر ہو اس ہاتھ میں سب خدائی
کہ ہاتھ تو ہاتھ ہے کبریا کا

جو صحرائے طیبہ کا صدقہ نہ ملتا
کھلاتا ہی تو پھول جھونکا صبا کا

عجب کیا نہیں گر سراپا کا سایہ
سراپا سراپا ہے سایہ خدا کا

خدا مدح خواں ہے خدا مدح خواں ہے
مرے مصطفےٰ کا مرے مصطفےٰ کا

خدا کا وہ طالب خدا اُس کا طالب
خدا اُس کا پیارا وہ پیارا خدا کا

جہاں ہاتھ پھیلائے منگتا بھکاری
وہی در ہے داتا کی دولت سرا کا

ترے رتبہ میں جس نے چون و چرا کی
نہ سمجھا وہ بدبخت رتبہ خدا کا

ترے پاؤں نے سر بلندی وہ پائی
بنا تاجِ سر عرشِ ربِّ علا کا

کسی کے جگر میں تو سر پر کسی کے
عجب مرتبہ ہے ترے نقشِ پا کا

ترا دردِ الفت جو دل کی دوا ہو
وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا

ترے بابِ عالی کے قربان جاؤں
یہ ہے دوسرا نام عرشِ خدا کا

چلے آؤ مجھ جاں بلب کے سرہانے
کہ سب دیکھ لیں پھر کے جانا قضا کا

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا

سرِ صبح سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالمِ امکاں سے نکالا

پیدائشِ محبوب کی شادی میں خدا نے
قدرت کے گرفتاروں کو زنداں سے نکالا

رحمت کا خزانہ پئے تقسیم گدایاں
اللہ نے تہِ خانۂ پنہاں سے نکالا

خوشبو نے عنادل سے چھڑائے چمن و گل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

ہے حسن گلوئے مہ بطحا سے یہ روشن
اب مہر نے سر اُس کے گریباں سے نکالا

پردہ جو ترے جلوۂ رنگیں نے اُٹھایا
صرصر کا عمل صحنِ گلستاں سے نکالا

اُس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا

اے مہرِ کرم تیری تجلّی کی ادا نے
ذرّوں کو بلائے شبِ ہجراں سے نکالا

صدقے ترے اے مردمکِ دیدۂ یعقوب
یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا

ہم ڈوبنے ہی کو تھے کہ آقا کی مدد نے
گرداب سے کھینچا ہمیں طوفاں سے نکالا

اُمّت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا

ان ہاتھوں کے قرباں کہ ان ہاتھوں سے تم نے
خارِ رہِ غم پائے غریباں سے نکالا

ارمان زدوں کی ہیں تمنائیں بھی پیاری
ارمان نکالا تو کس ارماں سے نکالا

یہ گردنِ پُر نور کا پھیلا ہے اجالا
یا صبح نے سر اُن کے گریبان سے نکالا

گلزار براہیم کیا نار کو جس نے
اُس نے ہی ہمیں آتشِ سوزاں سے نکالا

دینی تھی جو عالم کے حسینوں کو ملاحت
تھوڑا سا نمک اُن کے نمکداں سے نکالا

قرآن کے حواشی پہ جلالین لکھی ہے
مضمون یہ خطِ عارضِ جاناں سے نکالا

قرباں ہوا بندگی پر لطفِ رہائی
یوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا

اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بجھتی
کیوں تو نے دھواں سینۂ سوزاں سے نکالا

مدفن نہیں پھینک آئینگے احباب گڑھے میں
تابوت اگر کوچۂ جاناں سے نکالا

کیوں شور ہے کیا حشر کا ہنگامہ بپا ہے
یا تم نے قدم گورِ غریباں سے نکالا

لاکھوں ترے صدقے میں کہیں گے دمِ محشر
زنداں سے نکالا ہمیں زنداں سے نکالا

جو بات لبِ حضرتِ عیسیٰ نے دکھائی
وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا

منہ مانگی مرادوں سے بھری جیبِ دو عالم
جب دستِ کرم آپ نے داماں سے نکالا

کانٹا غمِ عقبیٰ کا حسن اپنے جگر سے
اُمت نے خیالِ سرِ مژگاں سے نکالا

اگر قسمت سے میں اُنکی گلی میں خاک ہو جاتا
غمِ کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہو جاتا

جو اے گُل جامۂ ہستی تری پوشاک ہو جاتا
تو خارِ نیستی سے کیوں اُلجھ کر چاک ہو جاتا

جو وہ ابرِ کرم پھر آبروئے خاک ہو جاتا
تو اُس کے دو ہی چھینٹوں میں زمانہ پاک ہو جاتا

ہوائے دامنِ رنگیں جو ویرانہ میں آ جاتی
لباسِ گُل میں ظاہر ہر خس و خاشاک ہو جاتا

لبِ جاں بخش کی قربت حیاتِ جاوداں دیتی
اگر ڈورِ النفس کا ریشۂ مسواک ہو جاتا

ہوا دل سوختوں کو چاہیے تھی اُن کے دامن کی
الٰہی صبحِ محشر کا گریباں چاک ہو جاتا

اگر دو بوند پانی چشمۂ رحمت سے مل جاتا
مری ناپاکیوں کے میل دُھلتے پاک ہو جاتا

اگر پیوند ملبوسِ پیمبر کے نظر آتے
ترا اے حُلّۂ شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

جو وہ گُل سونگھ لیتا پھول مرجھایا ہوا بلبل
بہارِ تازگی میں سب چمن کی ناک ہو جاتا

چمک جاتا مقدر جب دُرِ دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا ریشۂ مسواک ہو جاتا

عدو کی آنکھ بھی محشر میں حسرت سے نہ منہ تکتی
اگر تیرا کرم کچھ اے نگاہِ پاک ہو جاتا

بہارِ تازہ رہتیں کیوں خزاں میں دھجیاں اُڑتیں
لباسِ گُل جو اُن کی ململی پوشاک ہو جاتا

کماندارِ نبوت قادر اندازی میں یکتا ہیں
دو عالم کیوں نہ اُنکا بستۂ فتراک ہو جاتا

نہ ہوتی شاق اگر در کی جدائی تیرے ذرہ کو
قمر اک اور بھی روشن سرِ افلاک ہو جاتا

تری رحمت کے قبضہ میں ہے یارب قلبِ ماہیت
مرے حق میں نہ کیوں زہرِ گنہ تریاک ہو جاتا

خدا تارِ رگِ جاں کی اگر عزت بڑھا دیتا
شِراکِ نعلِ پاکِ سیدِ لولاک ہو جاتا

تجلی گاہِ جاناں تک اُجالے سے پہنچ جاتے
جو تو اے توسنِ عمرِ رواں چالاک ہو جاتا

اگر تیری بھرن اے ابرِ رحمت کچھ کرم کرتی
ہمارا چشمۂ ہستی اُبل کر پاک ہو جاتا

حسنِ اہلِ نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے
اگر یہ مشتِ خاک اُن کی گلی کی خاک ہو جاتا

دشمن ہے گلے کا ہار آقا
لُٹتی ہے مری بہار آقا
تم دل کیلئے قرار آقا
تم راحتِ جانِ زار آقا

تم عرش کے تاجدار ہوتے		تم فرش کے باوقار آقا
دامن دامن ہوائے دامن		گلشن گلشن بہار آقا
بندے ہیں گناہگار بندے		آقا ہیں کرم شعار آقا
اس شان سے ہم نے کیا کسی نے	ق	دیکھے نہیں زینہار آقا
بندوں کا الم نے دل دکھایا		اور ہو گئے بے قرار آقا
آرام سے سوئیں ہم کمینے		جاگا کریں باوقار آقا
ایسا تو کہیں سنا نہ دیکھا		بندوں کا اٹھائیں بار آقا
جنکی کوئی بات تک نہ پوچھے		انہیں تمہیں آئے پیار آقا
پاکیزہ دلوں کی زینت ایماں		ایماں کے تم سنگار آقا
صدقہ جو بٹے کہیں سلاطیں		ہم بھی ہیں امیدوار آقا
چکرا گئی ناؤ بے کسوں کی		آنا مرے غمگسار آقا
اللہ نے تم کو دے دیا ہے		ہر چیز کا اختیار آقا۔
ہے خاک پہ نقش پا تمہارا		آئینہ ہے بے غبار آقا
عالم میں ہیں سب بنی کے ساتھی		بگڑی کے تمہیں ہو یار آقا
سرکار کے تاجدار بندے		سرکار ہیں تاجدار آقا۔
دے بھیک اگر جمال رنگیں		جنت ہو مرا مزار آقا
آنکھوں کی ٹھنڈک بھی اب بسا دو		دل کا تو ہوا وقار آقا
ایمان کی تاک میں ہو دشمن		آؤ دمِ احتضار آقا۔
ہو شمعِ شبِ سیاہ بختاں		تیرا رخ نور بار آقا۔
تو رحمتِ بے حساب کو دیکھ		جرموں کا نہ لے شمار آقا
دیدار کی بھیک کب بٹے گی		منگتا ہوں امیدوار آقا
بندوں کی ہنسی خوشی میں گزرے		اس غم میں ہوں اشکبار آقا
آتی ہے مدد بلا سے پہلے		کرتے نہیں انتظار آقا
سایہ میں تمہارے دونوں عالم		تم سایۂ کردگار آقا
جب فوجِ الم کرے چڑھائی		ہو اوجِ کرم حصار آقا

ہر ملک خدا کے سچّے مالک
ہر ملک کے شہریار آقا

مانا کہ میں ہوں ذلیل بندہ
آقا تو ہے باوقار آقا

ٹوٹے ہوئے دل کو دو سہارا
اب غم کی نہیں سہار آقا

ملتی ہی تمہیں سے داد دل کی
سنتے ہو تمہیں پکار آقا

تیری عظمت وہ ہے کہ تیرا
اللہ کرے وقار آقا

اللہ کے لاکھوں کارخانے
سب کا تمہیں اختیار آقا

کیا بات تمہارے نقشِ پا کی
ہے تاجِ سرِ وقار آقا

خود بھیک دو خود کہو بھلا ہو
اس دین کے میں نثار آقا

وہ شکل ہی وہ ادا تمہاری
اللہ کو آئے پیار آقا

جو مجھ سے مجھے چھپائے رکھے
وہ جلوہ کر آشکار آقا

کچھ کہتے ہیں بے زباں تمہارے
گونگوں کی سنو پکار آقا

وہ دیکھ لے کربلا میں جس نے
دیکھے نہ ہوں جاں نثار آقا

آرام سے شش جہت میں گزرے
غم دل سے نہ ہو دوچار آقا

ہو جانِ حسن نثار تجھ پر
ہو جاؤں ترے نثار آقا

واہ کیا مرتبہ ہوا تیرا
تو خدا کا خدا ہوا تیرا

تاج والے ہوں یا ہوں محتاج
سب نے پایا دیا ہوا تیرا

ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے
ہے خزانہ بھرا ہوا تیرا

آج سنتے ہیں سننے والے کل
دیکھ لیں گے کہا ہوا تیرا

اسے تو جانے یا خدا جانے
پیشِ حق مرتبہ کیا ہوا تیرا

گھر ہیں سب بند در ہیں سب تیغے
ایک در ہے کھلا ہوا تیرا

کام توہین سے ہے نجدی کو
تو ہوا یا خدا ہوا تیرا

تاجداروں کا تاجدار بنا
بن گیا جو گدا ہوا تیرا

اور میں کیا لکھوں خدا کی حمد
حمد اسے وہ خدا ہوا تیرا

جو ترا ہو گیا خدا کا ہوا
جو خدا کا ہوا ہوا تیرا

حوصلے کیوں گھٹیں غریبوں کے
سب سے ارادہ بڑھا ہوا تیرا

ذات بھی تیری انتخاب ہوئی
نام بھی مصطفٰے ہوا تیرا

جسے تُو نے دیا خدا نے دیا
دین رب کی دیا ہوا تیرا

ایک عالم خدا کا طالب ہے
اور طالب خدا ہوا تیرا

بزمِ امکاں ترے نصیب کھُلے
کہ وہ دولھا بنا ہوا تیرا

میری طاعت سے میرے جرم فزوں
لطف سب سے بڑھا ہوا تیرا

خوفِ میزانِ عمل کیسے ہو کہ ہے
دل مدد پر تُلا ہوا تیرا

کام بگڑے ہیں سب بنا دینا
کام کس کا ہوا ہوا تیرا

ہر ادا دل نشیں بنی تیری
ہر سخن جاں فزا ہوا تیرا

آشکارا کمالِ شانِ ظہور
پھر بھی جلوہ چھپا ہوا تیرا

پردہ دار ادا ہزار حجاب
پھر بھی پردہ اٹھا ہوا تیرا

بزم میں چھپا ہیں بزمِ محشر میں
نام کس کا ہوا ہوا تیرا

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقّ
حسن یہ حق نما ہوا تیرا

بارِ عصیاں سروں سے پھینکے گا
پیشِ حق سر جھکا ہوا تیرا

ہم جو حضور پیاسا ہوں
نم گھٹا سے بڑھا ہوا تیرا

وصلِ وحدت پہ ایسی خلوت
تجھ سے سایہ جدا ہوا تیرا

صنعِ خالق کے جتنے خاکے ہیں
رنگ سب میں بھرا ہوا تیرا

ارضِ طیبہ قدومِ عالا سے
ذرہ ذرہ سما ہوا تیرا

آسماں جیسے محل کرتے ہیں
تختہ تختہ بسا ہوا تیرا

اے فلک مہرِ حق کو بانٹے ہے
کاسہ کاسہ بھرا ہوا تیرا

اے چمن بھیک تیری تبسم کی
غنچہ غنچہ کھلا ہوا تیرا

ایسی شوکت کے تاجدار کہاں
تخت تختِ خدا ہوا تیرا

اس جلالت کے شہریار کہاں
ملک ملکِ خدا ہوا تیرا

اس وجاہت کے بادشاہ کہاں
حکم حکمِ خدا ہوا تیرا

خلق کہتی ہے لامکاں جس کو
شہ نشیں ہے سجا ہوا تیرا

زیست وہ ہے کہ حسنِ یار رہے
دل میں عالم بسا ہوا تیرا

موت وہ ہے کہ ذکرِ دوست رہے
لب پہ نقشہ جما ہوا تیرا

ہوں زمیں والے یا فلک والے
سب کو صدقہ عطا ہوا تیرا

ہر گھڑی گھر سے بھیک کی تقسیم
رات دن در کھلا ہوا تیرا

نہ کوئی دوسرا ہیں تجھ سا ہوا
نہ کوئی دوسرا ہوا تیرا

سوکھے گھاٹوں مرا اتار ہو کیوں
کہ ہے دریا چڑھا ہوا تیرا

سوکھے دھانوں کی بھی خبر لیلے
کہ ہے بادل گھرا ہوا تیرا

مجھ سے کیا لے سکے عدو ایماں
اور وہ بھی دیا ہوا تیرا

بے خبر ہم تباہ کاروں کی
قافلہ ہے لٹا ہوا تیرا

مجھے وہ درد دے خدا کہ رہے
ہاتھ دل پر دھرا ہوا تیرا

تیرے سر کو ترا خدا جانے
تاجِ سر نقشِ پا ہوا تیرا

بگڑی باتوں کی فکر کر نہ حسن
کام سب ہے بنا ہوا تیرا

معطیِ مطلب تمہارا ہر اشارہ ہو گیا
جب اشارہ ہو گیا مطلب ہمارا ہو گیا

ڈوبتوں کا یا نبی کہتے ہی بیڑا پار تھا
غم کنارے ہو گئے پیدا کنارا ہو گیا

تیری طلعت سے زمیں کے ذرے مہ پارے بنے
تیری ہیبت سے فلک کا مہ دو پارا ہو گیا

اللہ اللہ محوِ حسنِ روئے جاناں کے نصیب
بند کر لیں جس گھڑی آنکھیں نظارا ہو گیا

یوں تو سب پیدا ہوئے ہیں آپ ہی کے واسطے
قسمت اس کی ہے جسے کہہ دو ہمارا ہو گیا

تیرگی باطل کی چھائی تھی جہاں تاریک تھا
اٹھ گیا پردہ ترا حق آشکارا ہو گیا

کیوں نہ دم دیں مرنے والے مرگِ عشقِ پاک پر
جان دی اور زندگانی کا سہارا ہو گیا

نام تیرا ذکر تیرا تو ترا پیارا خیال
ناتوانوں بے سہاروں کا سہارا ہو گیا

ذرۂ کوئے حبیب اللہ رے تیرے نصیب
پاؤں پڑ کر عرش کی آنکھوں کا تارا ہو گیا

تیرے صانع سے کوئی پوچھے ترا حسن و جمال
خود بنایا اور بنا کر خود ہی پیارا ہو گیا

ہم کمینوں کا انھیں آرام تھا اتنا پسند
غم خوشی سے دکھ ترا دل سے گوارا ہو گیا

کیوں نہ ہو تم مالکِ ملکِ خدا ملکِ خدا
سب تمہارا ہے خدا ہی جب تمہارا ہو گیا

روزِ محشر کے الم کا دشمنوں کو خوف ہو
دکھ ہمارا آپ کو کس دن گوارا ہو گیا

جو ازل میں تھی وہی طلعت وہی تنویر ہے
آئینہ سے یہ ہوا جلوہ دوبارا ہو گیا

تو ہی نے تو مصر میں یوسف کو یوسف کر دیا
تو ہی تو یعقوب کی آنکھوں کا تارا ہو گیا

ہم بھکاری کیا ہماری بھیک کس گنتی میں ہے
تیرے در سے بادشاہوں کا گذارا ہو گیا

اے حسن قربان جاؤں اس جمالِ پاک پر
سیکڑوں پردوں میں رہ کر عالم آرا ہو گیا

منقبت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا
ہے یارِ غار محبوبِ خدا صدیق اکبر کا

الٰہی رحم فرما خادمِ صدیقِ اکبر ہوں
تری رحمت کے صدقے واسطہ صدیق اکبر کا

رُسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ صدیق اکبر کا

گدا صدیق اکبر کا خدا سے فضل پاتا ہے
خدا کے فضل سے میں ہوں گدا صدیق اکبر کا

نبی کا اور خدا کا مدح گو صدیق اکبر ہے
نبی صدیق اکبر کا خدا صدیق اکبر کا

ضیا میں مہرِ عالمتاب کا یوں نام کب ہوتا
نہ ہوتا نام اگر وجہِ ضیا صدیق اکبر کا

ضعیفی میں یہ قوت ہے ضعیفوں کو قوی کر دیں
سہارا لیں ضعیف و اقویا صدیق اکبر کا

خدا اکرام فرماتا ہے اتقیٰ کہہ کے قرآں میں
کریں پھر کیوں نہ اکرام اتقیا صدیق اکبر کا

صفا وہ کچھ ملی خاکِ سرِ کوئے پیمبر سے
مصفّا آئینہ ہے نقشِ پا صدیق اکبر کا

ہوئے فاروق و عثمان و علی جب داخلِ بیعت
بنا فخرِ سلاسل سلسلہ صدیق اکبر کا

مقامِ خوابِ راحت چین سے آرام کرنے کو
بنا پہلوئے محبوبِ خدا صدیق اکبر کا

علی ہیں اس کے دشمن اور وہ دشمن علی کا ہے
جو دشمن عقل کا دشمن ہوا صدیق اکبر کا

لٹایا راہِ حق میں گھر کئی بار اس محبت سے
کہ لٹ لٹ کر حسن گھر بن گیا صدیق اکبر کا

منقبت خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ

نہیں خوش بخت محتاجانِ عالم میں کوئی ہم سا
ملا تقدیر سے حاجت روا فاروق اعظم سا

ترا رشتہ بنا شیرازۂ جمعیتِ خاطر — پڑا تھا دفترِ دینِ کتاب اللہ برہم سا
مراد آئی مرادیں ملنے کی پیاری گھڑی آئی — ملا حاجت روا ہم کو درِ سلطانِ عالم سا
ترے جود و کرم کا کوئی اندازہ کرے کیونکر — ترا اِک اِک گدا فیض و سخاوت میں ہے حاتم سا
خدارا مہر کر اے ذرہ پرور مہر نورانی — سیہ بختی سے ہے روزِ سیہ میرا شبِ غم سا
تمہارے دَر سے جھولی بھر مرادیں لیکے اُٹھینگے — نہ کوئی بادشاہ تم سا نہ کوئی بینوا ہم سا
فدا اے اُمِّ کلثوم آپ کی تقدیر یاور کے — علی بابا ہوا دولہا بنا فاروقِ اکرم سا
غضب میں دشمنوں کی جان ہے تیغِ سرافگن سے — خروج و رفض کے گھر میں نہ کیوں برپا ہو ماتم سا
شیاطیں مضمحل ہیں تیرے نامِ پاک کے ڈر سے — نکلجائے نہ کیوں رقاصِ بد اطوار کا دم سا
منائیں عید جو ذی الحجہ میں تیری شہادت کی — الٰہی روز و ماہ و سن انہیں گزرے محرم سا

حسن درعالم پسنی سرِ نعمت اگر داری
بیا فرقِ ارادت بر درِ فاروقِ اعظم سا

منقبتِ خلیفۂ سوم رضی اللہ عنہ

اللہ سے کیا پیار ہے عثمان غنی کا — محبوبِ خدا یار ہے عثمان غنی کا
رنگین وہ رُخسار ہے عثمان غنی کا — بلبل گُلِ گلزار ہے عثمان غنی کا
گرمی پہ یہ بازار ہے عثمان غنی کا — اللہ خریدار ہے عثمان غنی کا
کیا لعل شکر بار ہے عثمان غنی کا — قند ایک نمکخوار ہے عثمان غنی کا
سرکار عطا پاش ہے عثمان غنی کی — دربار دُرر بار ہے عثمان غنی کا
دل سوختو ہمت جگر اب ہوتے ہیں ٹھنڈے — وہ سایۂ دیوار ہے عثمان غنی کا
جو دل کو ضیا دے جو مقدر کو جلا دے — وہ جلوۂ دیدار ہے عثمان غنی کا
جس آئینہ میں نورِ الٰہی نظر آئے — وہ آئینہ رخسار ہے عثمان غنی کا
سرکار سے پائینگے مُرادوں پہ مرادیں — دربار یہ دُر بار ہے عثمانِ غنی کا
آزاد گرفتارِ بلائے دو جہاں ہے — آزاد گرفتار ہے عثمان غنی کا
بیمار ہے جس کو نہیں آزارِ محبت — اچھا ہے جو بیمار ہے عثمان غنی کا
اللہ غنی حد نہیں انعام و عطا کی — وہ فیض پہ دربار ہے عثمان غنی کا

رک جائیں سے کام حسن ہو نہیں سکتا
فیضان مددگار ہے عثمانِ غنی کا

منقبت خلیفۂ چہارم رضی اللہ عنہ

اے حبِّ وطن ساتھ نہ یوں سوئے نجف جا
ہم اور طرف جاتے ہیں تو اور طرف جا

چل ہند سے چل ہند سے چل ہند سے غافل
اُٹھ سوئے نجف سوئے نجف سوئے نجف جا

پھنستا ہے وبالوں میں عبث اخترِ طالع
سرکار سے پائیگا شرف بہرِ شرف جا

آنکھوں کو بھی محروم نہ رکھ حسنِ ضیا سے
کی دل میں اگر اے مہِ بے داغ و کلف جا

اے کلفتِ غم بندۂ مولےٰ سے نہ رکھ کام
بے فائدہ ہوتی ہے تری عمر تلف جا

اے طلعتِ شہ آ تجھے مولیٰ کی قسم آ
اے ظلمتِ دل جا تجھے اس رخ کا حلف جا

ہو جلوہ فزا صاحبِ قوسین کا نائب
ہاں تیرِ دُعا بہرِ خدا سوئے ہدف جا

کیوں غرقِ الم ہے دُرِ مقصود سے منہ بھر
نیسانِ کرم کی طرف اے تشنہ صدف جا

جیلاں کے شرف حضرتِ مولےٰ کے خلف ہیں
اے ناخلف اُٹھ جانبِ تعظیمِ خلف جا

تفضیل کا جویا نہ ہو مولےٰ کے ولا میں
یوں چھوڑ کے گوہر کو نہ تو بہرِ خزف جا

مولےٰ کی امامت سے محبت ہے تو غافل
اربابِ جماعت کی نہ تو چھوڑ کے صف جا

کہدے کوئی گھیرا ہے بلاؤں نے حسن کو
اے شیرِ خدا بہرِ مدد تیغ بکف جا

ردیف یائے تازی

دردِ دل کر مجھے عطا یارب
دے مرے درد کی دوا یارب

لاج رکھ لے گناہگاروں کی
نام رحمٰن ہے ترا یارب

عیب میرے نہ کھول محشر میں
نام ستّار ہے ترا یارب

بے سبب بخشدے نہ پوچھ عمل
نام غفّار ہے ترا یارب

زخم گہرا سا تیغِ الفت کا
میرے دل کو بھی کر عطا یارب

یوں گمُوں میں کہ تجھ سے مل جاؤں
یوں لگُا اِس طرح ملا یارب

بھول کر بھی نہ آئے یاد اپنی   میرے دِل سے مجھے بھلا یارب
خاک کر اپنے آستانے کی ۔   یُوں ہمیں خاک میں مِلا یارب
میری آنکھیں میرے لئے ترسیں   مجھ سے ایسا مجھے چھُپا یارب
ٹیس کم ہو نہ دردِ اُلفت کی   دل تڑپتا رہے مرا یارب
نہ بھریں زخمِ دل ہرے ہوکر   رہے گُلشن ہرا بھرا یارب
تیری جانب یہ مُشتِ خاک اُڑے   بھیج ایسی کوئی ہَوا یارب
داغِ اُلفت کی تازگی نہ گھٹے   باغِ دِل کا رہے ہرا یارب
سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ   ق   تُو نے جب سے سُنا دیا یارب
آسرا ہم گنہگاروں کا ۔   اور مضبوط ہوگیا یارب
ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ   ق   میرے ہر درد کی دوا یارب
تُو نے میرے ذلیل ہاتھوں میں   دامنِ مصطفٰے دیا یارب
تُو نے دی مجھ کو نعمتِ اسلام   پھر جماعت میں لے لیا یارب
کردیا تُو نے قادری مجھکو   تیری قدرت کے میں فدا یارب
دولتیں ایسی نعمتیں اِتنی ۔   بے غرض تُو نے کیں عطا یارب
دے کے لیتے نہیں کریم کبھی   جو دیا جِس کو دے دیا یارب
تو کریم اور کریم بھی ایسا ۔   کہ نہیں جس کا دوسرا یارب
ظن نہیں بلکہ ہے یقین مجھے   وہ بھی تیرا دیا ہُوا یارب
ہوگا دُنیا میں قبر و محشر میں   مجھ سے اچھا معاملہ یارب
اِس نکمّے سے کام لے ایسے   یہ نکمّا ہو کام کا یارب
مجھے ایسے عمل کی دے توفیق   کہ ہو راضی تری رضا یارب
جِس نے اپنے لئے برائی کی ۔   ق   ہے یہ نادان وہ بُرا یارب
ہر بھلے کی بھلائی کا صدقہ   اِس بُرے کو بھی کر بھلا یارب
میں نے بنتی ہوئی بگاڑی بات   بات بگڑی ہوئی بنا یارب
میں نے سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی   خاک پر رکھ کے سر کہا یارب
صدقہ اس دی ہوئی بلندی کا ۔   پستیوں سے مجھے بچا یارب

بونے والے جو بوئیں وہ کاٹیں۔ ق یہ ہؤا تو نہیں مرضا یارب
آہ جب بو چکا ہوں وقتِ درو ہوگا حسرت کا سامنا یارب
صدقہ ماہِ ربیع الاوّل کا گیہوں اس کھیت سے اُگا یارب
پاک ہے دُزد و دُرد سے جو ہے جام اُس کا مجھے پلا یارب
کر کے گُستر وہ خوانِ اُدعُونِی ق تُو نے بندوں کو دی صلا یارب
آستاں پر ترے ترا منگتا سُنکر آیا ہے یہ صدا یارب
نعمتِ اَستَجِب سے پائے بھیک ہاتھ پھیلا ہوا مرا یارب
تجھ سے وہ مانگوں میں جو بہتر ہو مدعی ہو نہ مدعا یارب
مجھے دونوں جہاں کے غم سے بچا شاد رکھ شاد دائما یارب
مجھ پر اور میرے دونوں بھائیوں پر سایہ ہو تیرے فضل کا یارب
عیش تینوں گھروں کے تینوں کو اپنی رحمت سے کر عطا یارب
میرے فاروق و حامد حسنین درد و غم سے رہیں جُدا یارب
لختِ دل مصطفےٰ حسین رضا ہر جگہ پائیں مرتبا یارب
سایۂ پنجتن ہو پانچوں پر دائما ہو تری عطا یارب
دونوں عالم کی نعمتیں پائے مرتضیٰ بہرِ مصطفےٰ یارب
علم و عمر و عمل فراخ معاش مجتبےٰ کو بھی کر عطا یارب
کر دے فضل و نعم سے مالامال غم الم سے انہیں بچا یارب
ان کے دشمن ذلیل و خوار رہیں رد رہے ان کی ہر بلا یارب
بال بیکا کبھی نہ ہو ان کا۔ بول بالا ہو دائما یارب
میری ماں میری بہنیں بھانجے سب پائیں آرام دوسرا یارب
اور بھی جتنے میرے پیارے ہیں حاجتیں سب کی ہوں روا یارب
میرے احباب پر بھی فضل رہے تیرا تیرے حبیب کا یارب
اہلِ سُنّت کی ہر جماعت پر ہر جگہ ہو تری عطا یارب
دشمنوں کے لئے ہدایت کی تجھ سے کرتا ہوں التجا یارب

تو حسنؔ کو اٹھا حسن کرکے
ہو مع الخیر خاتمہ یارب

سر سے پا تک ہر ادا ہے لاجواب
خوبرویوں میں نہیں تیرا جواب

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

پوچھے جاتے ہیں عمل میں کیا کہوں
تم سکھا جاؤ مرے مولیٰ جواب

میری حامی ہے تیری شانِ کرم
پرسشِ روزِ قیامت کا جواب

ہیں دعائیں سنگِ دشمن کا عوض
اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

پلتے ہیں ہم سے نکمے بے شمار
ہے کہیں اس آستانہ کا جواب

روزِ محشر ایک تیرا آسرا
سب سوالوں کا جواب لاجواب

میں یدِ بیضا کے صدقے اے کلیم
پر کہاں اُن کی کفِ پا کا جواب

کیا عمل تُو نے کئے اُس کا سوال
تیری رحمت چاہئے میرا جواب

مہر و مہ ذرے ہیں اُن کی راہ کے
کون دے نقشِ کفِ پا کا جواب

تم سے اُس بیمار کو صحت ملے
جس کو دیدیں حضرتِ عیسیٰ جواب

دیکھ رضواں دشتِ طیبہ کی بہار
میری جنت کا نہ پائیگا جواب

شور ہے لطف و عطا کا شور ہے
مانگنے والا نہیں سنتا جواب

ق

جرم کی پاداش پاتے اہلِ جرم
اُلٹی باتوں کا نہ ہو سیدھا جواب

پر تمہارے لطف آڑے آ گئے
دیدیا محشر میں پرسش کا جواب

ہے حسنؔ محوِ جمالِ روئے دوست
اے نکیرین اس سے پھر لینا جواب

جانبِ مغرب وہ چمکا آفتاب
بھیک کو مشرق سے نکلا آفتاب

جلوہ فرما ہو جو میرا آفتاب
ذرہ ذرہ سے ہو پیدا آفتاب

عارضِ پُرنور کا صاف آئینہ
جلوۂ حق کا چمکتا آفتاب

یہ تجلی گاہ ذاتِ بحت ہے
زلفِ انور ہے شب آسا آفتاب

دیکھنے والوں کے دل ٹھنڈے کئے
عارضِ انور ہے ٹھنڈا آفتاب

ہے شبِ دیجور طیبہ نور سے
ہم سیہ کاروں کا کالا آفتاب

بخت چمکا دے اگر شانِ جمال
ہو مری آنکھوں کا تارا آفتاب

نور کے سانچے میں ڈھالا ہے تجھے
کیوں ترے جلووں کا ڈھلتا آفتاب

نا خدائی سے نکالا آپ نے
چشمۂ مغرب سے ڈوبا آفتاب

ذرہ کی تابش ہے اُن کی راہ میں
یا ہُوا ہے گر کے ٹھنڈا آفتاب

گر پیوں پر ہے وہ حُسنِ بے زوال
ڈھونڈتا پھرتا ہے سایہ آفتاب

اُن کے در کے ذرہ سے کہتا ہے مہر
ہے تمہارے در کا ذرہ آفتاب

شامِ طیبہ کی تجلی دیکھ کر
ہو تری تابش کا تڑکا آفتاب

روئے مولےٰ سے اگر اُٹھتا نقاب
چرخ کھا کر غش میں گرتا آفتاب

کہہ رہی ہے صبحِ مولد کی ضیا
آج اندھیرے سے ہی نکلا آفتاب

وہ اگر دیں نکہت و طلعت کی بھیک
ذرہ ذرہ ہو مہکتا آفتاب

تلوے اور تلوے کے جلوے پر نثار
پیارا پیارا نور پیارا آفتاب

اے خدا ہم ذرّوں کے بھی دن پھریں
جلوہ فرما ہو ہمارا آفتاب

اُن کے ذرہ کے نہ سر چڑھ حشر میں
دیکھ اب بھی ہے سویرا آفتاب

جس سے گذرے اے حسن وہ مہرِ حسن
اُس گلی کا ہو اندھیرا آفتاب

ردیفِ تائے منقوطہ

پُر نور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پردہ اُٹھا ہے کس کا صبحِ شبِ ولادت

جلوہ ہے حق کا جلوہ صبحِ شبِ ولادت
سایہ خدا کا سایہ صبحِ شبِ ولادت

فصلِ بہار آئی شکلِ نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت

پھولوں سے باغ مہکے شاخوں پہ مرغ چہکے
عہدِ بہار آیا صبحِ شبِ ولادت

پژمردہ حسرتوں کے سب کھیت لہلہائے
جاری ہوا وہ دریا صبحِ شبِ ولادت

گُل ہے چراغ صرصر گُل سے چمن معطر
آیا کچھ ایسا جھونکا صبحِ شبِ ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا گُل میں ہزار گلشن
نشو و نما ہے کیا کیا صبحِ شبِ ولادت

جنت کے ہر مکاں کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دنیا صبحِ شبِ ولادت

دل جگمگا رہے ہیں قسمت چمک اٹھی ہے　　پھیلا نیا اجالا صبحِ شبِ ولادت
چٹکے ہوئے دلوں کے مدت کے میل چھوٹے　　ابرِ کرم وہ برسا صبحِ شبِ ولادت
بلبل کا آشیانہ چھایا گیا گلوں سے　　قسمت نے رنگ بدلا صبحِ شبِ ولادت
ارض و سما سے منگتا دوڑے ہیں بھیک لینے　　بانٹے گا کون باڑا صبحِ شبِ ولادت
انوار کی ضیائیں پھیلی ہیں شام ہی سے　　رکھتی ہے مہر کیسا صبحِ شبِ ولادت
کعبہ میں شام کے گھر روشن ہیں ہر نگہ پر　　چمکا ہے وہ اجالا صبحِ شبِ ولادت
شوکت کا دبدبہ ہے ہیبت کا زلزلہ ہے　　شق ہے مکانِ کسریٰ صبحِ شبِ ولادت
خطبہ ہوا زمیں پر سکہ پڑا فلک پر　　پایا جہاں نے آقا صبحِ شبِ ولادت
آئی نئی حکومت سکہ نیا چلے گا۔　　عالم نے رنگ بدلا صبحِ شبِ ولادت
روح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا　　تا عرش اڑا پھریرا صبحِ شبِ ولادت
دونوں جہاں کی شاہی نا کتخدا دلہن تھی۔　　پایا دلہن نے دولہا صبحِ شبِ ولادت
پڑھتے ہیں عرش والے سنتے ہیں فرش والے　　سلطانِ نو کا خطبہ صبحِ شبِ ولادت
چاندی ہے مفلسوں کی باندی ہے خوش نصیبی　　آیا کرم کا داتا صبحِ شبِ ولادت
عالم کے دفتروں میں ترمیم ہو رہی ہے　　بدلا ہے رنگِ دنیا صبحِ شبِ ولادت
ظلمت کے سب رجسٹر حرفِ غلط ہوئے ہیں　　کاٹا گیا سیاہا صبحِ شبِ ولادت
ملکِ ازل کا سرور سب سروروں کا افسر　　تختِ ابد پہ بیٹھا صبحِ شبِ ولادت
سوکھا پڑا ہے ساوا دریا ہوا سماوا　　ہے خشک و تر پہ قبضہ صبحِ شبِ ولادت
نوابیاں سدھاریں جاری ہیں شاہی آئیں　　کچا ہوا علاقہ صبحِ شبِ ولادت
دن پھر گئے ہمارے سوتے نصیب جاگے　　خورشید ہی وہ چمکا صبحِ شبِ ولادت
قربان اے دوشنبے تجھ پر ہزار جمعے　　وہ فضل تو نے پایا صبحِ شبِ ولادت
پیارے ربیع اول تیری جھلک کے صدقے　　چمکا دیا نصیبا صبحِ شبِ ولادت
وہ مہر مہر فرما وہ ماہ عالم آرا۔　　تاروں کی چھاؤں آیا صبحِ شبِ ولادت
نوشہ بناؤ ان کو دولہا بناؤ ان کو　　ہے عرش تک یہ شہرا صبحِ شبِ ولادت
شادی رچی ہوئی ہے بجتے ہیں شادیانے　　دولہا بنا وہ دولہا صبحِ شبِ ولادت
محروم رہ نہ جائیں دن رات برکتوں سے　　اس واسطے وہ آیا صبحِ شبِ ولادت

عرشِ عظیم جھومے کعبہ زمین چومے
آتا ہے عرش والا صبحِ شبِ ولادت

ہشیار ہوں بھکاری نزدیک ہے سواری
یہ کہہ رہا ہے ڈنکا صبحِ شبِ ولادت

بندوں کو عیش و شادی اعدا کو نامرادی
کڑ کیت کا ہے کڑکا صبحِ شبِ ولادت

تارے ڈھلک کر آئے کاسے کٹورے لائے
یعنی بٹے گا صدقہ صبحِ شبِ ولادت

آمد کا شور سُن کر گھر آئے ہیں بھکاری
گھیرے کھڑے ہیں رستہ صبحِ شبِ ولادت

ہر جان منتظر ہے ہر دیدہ رہ نگر ہے
غوغا ہے مرحبا کا صبحِ شبِ ولادت

جبریل سر جھکائے قدسی پرے جمائے
ہیں سرو قد ستادہ صبحِ شبِ ولادت ق

کس داب کس ادب سے کس جوش کس طرب سے
پڑھتے ہیں اُن کا کلمہ صبحِ شبِ ولادت

ہاں دین والو اٹھو تعظیم والو اٹھو
آیا تمہارا مولےٰ صبحِ شبِ ولادت

اٹھو حضور آئے شاہِ غیور آئے
سلطانِ دین و دُنیا صبحِ شبِ ولادت

اٹھو ملک اُٹھے ہیں عرش و فلک اُٹھے ہیں
کرتے ہیں انکو سجدہ صبحِ شبِ ولادت

آؤ فقیرو آؤ۔ منہ مانگی آس پاؤ۔
بابِ کرم ہے وا صبحِ شبِ ولادت

سوکھی زبانوں آؤ اے جلتی جانوں آؤ۔
لہرا رہا ہے دریا صبحِ شبِ ولادت

مرجھائی کلیوں آؤ کُملائے پھولوں آؤ
برسا کرم کا جھالا صبحِ شبِ ولادت

تیری چمک دمک سے عالم جھلک رہا ہے
میرے بھی بخت چمکا صبحِ شبِ ولادت

تاریک رات غم کی لائی بلا ستم کی۔
صدقہ تجلیوں کا صبحِ شبِ ولادت

لایا ہے شیر تیرا نُورِ خدا کا جلوہ
دل کر دے دودھ دھویا صبحِ شبِ ولادت

بانٹا ہے دو جہاں میں تُو نے ضیا کا باڑا
دیدے حسن کا حصّہ صبحِ شبِ ولادت

ذکرِ شہادت

باغِ جنّت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دُشمنانِ اہلبیت

کس زباں سے ہو بیاں عزّ و شانِ اہلبیت
مدح گوئے مُصطفےٰ ہے مدح خوانِ اہلبیت

اُنکی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

مُصطفےٰ عزّت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلبیت

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
مصطفٰے بائع خریدار اُسکا اللہ اشتری
رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
ہوگئی تحقیق عید دید آبِ تیغ سے۔
جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کرکے آج
اے شبابِ فصلِ گُل یہ چل گئی کیسی ہوا
کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مِلجا فرات
خاک پر عبّاس و عثمانِ علم بردار ہیں
تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
فاطمہؓ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
ابرِ فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
کس مزے کی لذّتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
باغِ جنّت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
حوریں بے پردہ نکل آئی سر کھولے ہوئے
کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بیکسی
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
سرِ شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
اپنا سودا بیچکر بازار سُونا کر گئے

قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہلبیت
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلبیت
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلبیت
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلبیت
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلبیت
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلبیت
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلبیت
دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت
خاک تجھپر دیکھ تو سُوکھی زبانِ اہلبیت
بیکسی اب کون اُٹھائے کا نشانِ اہلبیت
پیاس کی شدّت میں تڑپے بےزبانِ اہلبیت
وارث بے وارثاں کو کاروانِ اہلبیت
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیت
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہلبیت
فاطمہؓ کا چاند مہرِ آسمانِ اہلبیت
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلبیت
اے زہے قسمت تمہاری کُشتگانِ اہلبیت
آج کیسا حشر ہے یارب میانِ اہلبیت
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہلبیت
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلبیت
اور اُونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلبیت
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہلبیت
خوب دعوت کی بُلا کر دشمنانِ اہلبیت
کونسی بستی بسائی تاجرانِ اہلبیت

اہلبیتِ پاک سے گستاخیاں بیباکیاں
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ دشمنانِ اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سُنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سُنّی داستانِ اہلبیت

ردیفِ ثائے مثلثہ

جاں بلب ہوں آ مری جاں الغیاث
ہوتے ہیں کچھ اور ساماں الغیاث

درد مند دل کو دوا ملتی نہیں۔
اے دوائے دردمنداں الغیاث

جان سے جاتے ہیں بیچارے غریب
چارہ فرمائے غریباں الغیاث

حد سے گذریں درد کی بے دردیاں
درد سے بیحد ہوں نالاں الغیاث

بیقراری چین لیتی ہی نہیں۔
اے قرارِ بے قراراں الغیاث

حسرتیں دل میں بہت بے چین ہیں
گھر ہوا جاتا ہے زنداں الغیاث

خاک ہے پامال میری کو بکو
اے ہوائے کوئے جاناں الغیاث

المدد اے زلفِ سرور المدد
ہوں بلاؤں میں پریشاں الغیاث

دل کی الجھن دور کر گیسوئے پاک
اے کرم کے سنبلستاں الغیاث

اے سرِ پُر نور اے سترِ خدا
ہوں سراسیمہ پریشاں الغیاث

غمزدوں کی شام ہے تاریک رات
اے جبیں اے ماہِ تاباں الغیاث

ابروِ شہ کاٹ دے زنجیرِ غم۔
تیرے صدقے تیرے قرباں الغیاث

دل کے ہر پہلو میں غم کی پھانس ہے
میں فدا مژگانِ جاناں الغیاث

چشمِ رحمت آ گیا آنکھوں میں دم
دیکھ حالِ خستہ حالاں الغیاث

مردمک اے مہرِ نورِ ذاتِ بحت
ہیں سیہ بختی کے ساماں الغیاث

تیرِ غم کے دل میں چھد کر رہ گئے۔
اے نگاہِ مہرِ جاناں الغیاث

اے کرم کی کان اے گوشِ حضور
سُن لے فریادِ غریباں الغیاث

عارضِ رنگیں خزاں کو دور کر
اے جہاں آرا گلستاں الغیاث

بینیِ پُر نور حالِ ما ببیں۔
ناک میں دم ہے مسیحاں الغیاث

جاں بلب ہوں جاں بلب پر رحم کر
اے لب اے عیسیٔ دوراں الغیاث

اے تبسم غنچۂ دل کی جان — کھل چلیں مرجھائی کلیاں الغیاث

اے دہن اے چشمۂ آبِ حیات — مرتے دے آبِ حیواں الغیاث

دُرِّ مقصد کے لیے ہوں غرقِ غم — گوہرِ شاداب دنداں الغیاث

اے زبانِ پاک کچھ کہہ دے کہ ہو — رد بلا کے لیے زباناں الغیاث

اے کلام اے راحتِ جانِ کلیم — کلمہ گو ہے غم سے نالاں الغیاث

کامِ شہ اے کام بخشِ کامِ دل — ہوں میں ناکامی سے گریاں الغیاث

چاہِ غم میں ہوں گرفتارِ الم — چاہِ یوسف اے زنخداں الغیاث

ریشِ اطہر سنبلِ گلزارِ خلد — ریشِ غم سے ہوں پریشاں الغیاث

اے گلو اے صبحِ جنت شمعِ نور — تیرہ ہے شامِ غریباں الغیاث

غم سے ہوں ہمدوش اے دوش المدد — دوش پر ہے بارِ عصیاں الغیاث

اے بغل اے صبح کافورِ بہشت — مہر بر شامِ غریباں الغیاث

غنچۂ گل عطردانِ عطرِ خلد — بوئے غم سے ہوں پریشاں الغیاث

بازوئے شہ دستگیری کر مری — اے توانِ ناتواناں الغیاث

دستِ اقدس اے مرے نیسانِ جود — غم کے ہاتھوں سے ہوں گریاں الغیاث

اے کفِ دست اے یدِ بیضا کی جان — تیرہ دل ہو نور افشاں الغیاث

ہم سیہ ناموں کو اے تحریرِ دست — تو ہو دستاویزِ غفراں الغیاث

پھر بہائیں انگلیاں انہارِ فیض — پیاس سے [illegible] الغیاث

بہرِ حق اے ناخن اے عقدہ کشا — مشکلیں ہو جائیں آساں الغیاث

سینۂ پُر نور صدقہ نور کا — بے ضیا سینہ ہے ویراں الغیاث

قلبِ انور تجھ کو سب کی فکر ہے — کر دے بے فکری کے ساماں الغیاث

اے جگر تجھ کو غلاموں کا ہے درد — میرے دکھ کا بھی ہو درماں الغیاث

اے شکم بھر پیٹ صدقہ نور کا — پیٹ بھر اے کانِ احساں الغیاث

پشت والا میری پشتی پر ہو تو — رو برو ہیں غم کے ساماں الغیاث

مُہرِ پشتِ پاک میں تجھ پر فدا — دیدے آزادی کا فرماں الغیاث

تیرے صدقے اے کمر بستہ کمر — ٹوٹی کمروں کا ہو درماں الغیاث

پائے انور اے سرفرازی کی جاں
میں شکستہ پا ہوں جاناں الغیاث

نقشِ پا اے نوگلِ گلزارِ خلد
ہو بہ اُجڑا بن گلستاں الغیاث

اے سراپا اے سراپا لطفِ حق
ہوں سراپا جرم و عصیاں الغیاث

اے عمامہ دور گردش دور کر
گرد پھر پھر کر ہوں قرباں الغیاث

نیچے نیچے دامنوں والی عبا
خوار ہے خاکِ غریباں الغیاث

پڑگئی شامِ الم میرے گلے
جلوۂ صبحِ گریباں الغیاث

کھول مشکل کی گرہ بندِ قبا
بندِ غم میں ہوں پریشاں الغیاث

آستیں نقدِ عطا در آستیں
بہتیا ہیں اشکِ ریزاں الغیاث

چاک اے چاکِ جگر کے بخیہ گر
دل ہے غم سے چاک جاناں الغیاث

عیب کھلتے ہیں گدا کے روزِ حشر
دامنِ سلطانِ خوباں الغیاث

دور دامن دور دور ہے ترا
دور کر دوری کا دوراں الغیاث

ہوں فسردہ خاطر اے گلگوں قبا
دل کھلا دیں تیری کلیاں الغیاث

دل ہے ٹکڑے ٹکڑے پیوندِ لباس
اے پناہِ خستہ حالاں الغیاث

ہے پھٹے حالوں مرا رختِ عمل
اے لباسِ پاکِ جاناں الغیاث

نعلِ شہ عزت ہو میری تیرے ہاتھ
اے وقارِ تاجِ شاہاں الغیاث

اے شراکِ نعلِ پاکِ مصطفےٰ
زیرِ نشتر ہے رگِ جاں الغیاث

شانۂ شہ دل ہے غم سے چاک چاک
اے انیسِ سینہ چاکاں الغیاث

سُرمہ اے چشم و چراغِ کوہِ طور
ہے سیہ شامِ غریباں الغیاث

ٹوٹتا ہے دم میں ڈورا سانس کا
دلنشیرِ مسواکِ جاناں الغیاث

آئینہ اے منزلِ انوارِ قدس
تیرہ بختی سے ہوں حیراں الغیاث

سخت دشمن ہے حسن کی تاک میں
المدد محبوبِ یزداں الغیاث

استغاثہ بجنابِ غوثیت

پڑے مجھ پر نہ کچھ افتاد یا غوث
مدد پر ہو تری امداد یا غوث

اُڑے تیری طرف بعدِ فنا خاک
نہ ہو مٹی مری برباد یا غوث

مرے دل میں بسیں جلوے تمہارے
یہ ویرانہ بنے بغداد یا غوث

نہ بھولوں بھول کر بھی یاد تیری
نہ یاد آئے کسی کی یاد یا غوث

مُریدی لاتَخَف فرماتے آؤ
بلاؤں میں ہے یہ ناشاد یا غوث

گلے تک آگیا سیلاب غم کا
چلا میں آیئے فریاد یا غوث

نشیمن سے اڑا کر بھی نہ چھوڑا
ابھی ہے گھات میں صیاد یا غوث

خمیدہ سر گرفتارِ قضا ہے۔
کشیدہ خنجرِ جلاد یا غوث

اندھیری رات جنگل میں اکیلا
مدد کا وقت ہے فریاد یا غوث

کھلا دو غنچۂ خاطر کہ تم ہو
بہارِ گلشنِ ایجاد یا غوث

مرے غم کی کہانی آپ سن لیں
کہوں میں کس سے یہ روداد یا غوث

رہوں آزاد قیدِ عشق کب تک
کرو اس قید سے آزاد یا غوث

کرو گے کب تک اچھا مجھ برے کو
مرے حق میں ہی کیا ارشاد یا غوث

غمِ دنیا غمِ قبر و غمِ حشر
خدا را کر دو مجھ کو شاد یا غوث

حسن منگتا ہے دیدے بھیک داتا
رہے یہ راج پاٹ آباد یا غوث

ردیف جیم تازی

کیا مژدۂ جاں بخش سنائیگا قلم آج۔
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج

آمد ہے یہ کس بادشہِ عرش مکاں کی۔
آتے ہیں فلک سے جو حسینانِ ارم آج

کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں
آتا ہے نظر نقشۂ گلزارِ ارم آج

نذرانہ میں سر دینے کو حاضر ہے زمانہ
اس بزم میں کس شاہ کے آتے ہیں قدم آج

بادل سے جو رحمت کے سرِ شام گھرے ہیں۔
برسے گا مگر صبح کو بارانِ کرم آج

کس چاند کی پھیلی ہے ضیا کیا یہ سماں ہے
ہر بام پہ ہے جلوہ نما نورِ قدم آج

کھلتا نہیں کس جانِ مسیحا کی ہے آمد
بت بولتے ہیں قالبِ بیجاں میں ہے دم آج

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے
مِل مِل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

کعبہ کا ہے نعرہ کہ ہوا لوث سے میں پاک
بت نکلے کہ آئے مرے مالک کے قدم آج

تسلیم میں سر جھکے ہیں دل منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج

اے کفر جھکا سر وہ شریعت شکن آیا
گردن ہے تری دم میں تہِ تیغِ دو دم آج

کچھ رعبِ شہنشاہ ہے کچھ ولولۂ شوق
ہے طرفہ کشاکش میں دلِ بیت ودم آج

پُر نور جو ظلمت کدۂ دہر ہوا ہے
روشن ہے کہ آتا ہے وہ مہتابِ کرم آج

ظاہر ہے کہ سلطانِ دو عالم کی ہے آمد
کعبہ پہ ہوا نصب جو یہ سبز علم آج

گر عالمِ ہستی میں وہ مہر جلوہ فگن ہے
تو سایہ کے جلوہ پہ فدا اہلِ عدم آج

ہاں مفلسو خوش ہو کہ ملا دامنِ دولت
تر دامنو مژدہ وہ اٹھا ابرِ کرم آج

تعظیم کو اٹھے ہیں ملک تم بھی کھڑے ہو
پیدا ہوئے سلطانِ عرب شاہِ عجم آج

کل نارِ جہنم سے حسن امن و اماں ہو
اُس مالکِ فردوس پہ صدقے ہوں جو ہم آج

ردیف ہائے حطی

دشتِ مدینہ کی ہے عجب پُر بہار صبح
ہر ذرہ کی چمک سے عیاں ہیں ہزار صبح

منھ دھو کے جوئے شیر میں آئے ہزار صبح
شامِ حرم کی پائے نہ ہرگز بہار صبح

للہ اپنے جلوۂ عارض کی بھیک دے
کر دے سیاہ بخت کی شب ہائے تار صبح

روشن ہیں اُنکے جلوۂ رنگیں کی تابشیں
بلبل ہیں جمع ایک چمن میں ہزار صبح

رکھتی ہے شامِ طیبہ کچھ ایسی تجلیاں
سو جان سے ہو جس کی ادا پر نثار صبح

نسبت نہیں سحر کو گریبانِ پاک سے
جوشِ فروغ سے یہاں تار تار صبح

آتے ہیں پاسبانِ درِ شہ فلک سے روز
ستر ہزار شام تو ستر ہزار صبح

اے ذرۂ مدینہ خدا را نگاہِ مہر
تڑکے سے دیکھتی ہے ترا انتظار صبح

زلفِ حضور و عارضِ پُر نور پر نثار
کیا نور بار شام ہے کیا جلوہ بار صبح

نورِ ولادتِ مہِ بطحی کا فیض ہے
رہتی ہے جنتوں میں جو لیل و نہار صبح

ہر ذرۂ حرم سے نمایاں ہزار مہر
ہر مہر سے طلوع کناں بے شمار صبح

گیسو کے بعد یاد ہو رخسارِ پاک کی
ہو مشک بارِ شام کی کافور بار صبح

کیا نورِ دل کو نجدیِ تیرہ دروں سے کام
تا حشر شام سے نہ ملے زینہار صبح

حُسنِ شبابِ ذرۂ طیبہ کچھ اور ہے
کیا کورِ باطن آئنہ کیا شیرخوار صبح

بس چل سکے تو شام سے پہلے سفر کرے
طیبہ کی حاضری کے لئے بیقرار صبح

مایوس کیوں ہوں خاک نشیں حُسنِ یار سے
آخر ضیائے ذرہ کی ہے ذمہ دار صبح

کیا دشتِ پاک طیبہ سے آئی ہوا ہے حسنؔ
لائی جو اپنی جیب میں نقشِ بہار صبح

جو نور بار ہُوا آفتابِ حُسنِ ملیح
ہوئے زمین و زماں کامیابِ حُسنِ ملیح

زوالِ مہر کو ہو ماہ کا جمال گھٹے
مگر ہے اوجِ ابد پر شبابِ حُسنِ ملیح

زمیں کے پھول گریباں دریدۂ غمِ عشق
فلک پہ بدر دل افگار تابِ حُسنِ ملیح

دلوں کی جان ہے لطفِ صباحتِ یوسف
مگر ہوا ہے نہ ہوگا جوابِ حُسنِ ملیح

الٰہی موت سے یوں آئے مجھ کو میٹھی نیند
مرے خیال کی راحت ہو خوابِ حسنِ ملیح

جمال والوں میں ہے شورِ عشق اور ابھی
ہزار پردوں میں ہے آب و تابِ حسنِ ملیح

زمیں شور بنے تختۂ گل و سنبل
عرق فشاں ہُوا اگر آب و تابِ حسنِ ملیح

نثارِ دولتِ بیدار و طالعِ ازواج
نہ دیکھی چشمِ زلیخا نے خوابِ حُسنِ ملیح

تجلیوں نے نمک بھر دیا ہے آنکھوں میں
ملاحت آپ ہوئی ہے حجابِ حسنِ ملیح

نمک کا خاصہ ہے اپنے کیف پر لاتا
ہر ایک شئی نہ ہو کیوں بہرہ یابِ حُسنِ ملیح

عسل ہو آب بنیں کوزہائے قندِ حباب
جو بحرِ شور میں ہو عکسِ آبِ حسنِ ملیح

دلِ صباحتِ یوسف میں سوزِ عشقِ حضور
نبات و قند ہوئے ہیں کبابِ حسنِ ملیح

صبیح ہوں کہ صباحت جمیل ہوں کہ جمال
غرض سبھی ہیں نمک خوارِ بابِ حُسنِ ملیح

کھلے جب آنکھ نظر آئے وہ ملاحتِ پاک
بیاضِ صبح ہو یا رب کتابِ حُسنِ ملیح

حیات بے مزہ و بخت تیرہ میدارم
بتاب اے مہِ گردوں جنابِ حُسنِ ملیح

حسنؔ کی پیاس بجھا کر نصیب چمکا دے
ترے نثار میں اے آب و تابِ حُسنِ ملیح

ردیف خائے معجمہ

سحابِ رحمتِ باری ہے بارھویں تاریخ
کرم کا چشمہ جاری ہے بارھویں تاریخ

ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارھویں تاریخ
عدو کے دِل کو کٹاری ہے بارھویں تاریخ

اِسی نے موسمِ گُل کو کیا ہے موسمِ گُل
بہار فصلِ بہاری ہے بارھویں تاریخ

بنی ہے سُرمۂ چشمِ بصیرت و ایماں
اُٹھی جو گردِ سواری ہے بارھویں تاریخ

ہزار عید ہوں ایک ایک لحظہ پر قُرباں
خوشی دلوں پہ وہ طاری ہے بارھویں تاریخ

فلک پہ عرشِ بریں کا گُماں ہوتا ہے
زمینِ خُلد کی کیاری ہے بارھویں تاریخ

تمام ہو گئی میلادِ انبیاء کی خوشی
ہمیشہ اب تری باری ہے بارھویں تاریخ

دلوں کے میل دُھلے گُل کھلے سرور ملے
عجیب چشمۂ جاری ہے بارھویں تاریخ

چڑھی ہے اوج پہ تقدیر خاکساروں کی
خدا نے جب سے اتاری ہے بارھویں تاریخ

خدا کے فضل سے ایماں میں ہیں ہم پُورے
کہ اپنی روح میں ساری ہے بارھویں تاریخ

ولادتِ شہِ دیں ہر خوشی کی باعث ہے
ہزار عید سے بھاری ہے بارھویں تاریخ

ہمیشہ تُو نے غلاموں کے دِل کئے ٹھنڈے
جلے جو تجھ سے وہ ناری ہے بارھویں تاریخ

خوشی ہے اہلِ سُنن میں مگر عدو کے یہاں
فغان و شیون و زاری ہے بارھویں تاریخ

جِدھر گیا سُنی آواز یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
ہر اک جگہ اُسے خواری ہے بارھویں تاریخ

عدو ولادتِ شیطاں کے دن منائے خوشی
کہ عید عید ہماری ہے بارھویں تاریخ

حسنؔ ولادتِ سرکار سے ہُوا روشن
مرے خدا کو بھی پیاری ہے بارھویں تاریخ

ردیفِ دال مہملہ

ذاتِ والا پہ بار بار درود
بار بار اور بے شمار درود

رُوئے انور پہ نور بار سلام
زلفِ اطہر پہ مشکبار درود

اس مہک پر شمیم بیز سلام
اُس چمک پر فروغ بار درود

اُن کے ہر جلوہ پر ہزار سلام
اُن کے ہر لمعہ پر ہزار درود

اُن کی طلعت پہ جلوہ ریز سلام — اُن کی نکہت پہ عطر بار درود
جس کی خوشبو بہارِ خلد بسائے — ہے وہ محبوب گلعذار درود
سر سے پا تک کرور بار سلام — اور سراپا پہ بے شمار درود
دل کے ہمراہ ہوں سلام فدا — جان کے ساتھ ہو نثار درود
چارۂ جانِ دردمند سلام — مرہمِ سینۂ فگار درود
بے عدد اور بے عدد تسلیم — بے شمار اور بیشمار درود
بیٹھتے اُٹھتے جاگتے سوتے — ہو الٰہی مرا شعار درود
شہرِ یارِ رسل کی نذر کروں — سب درودوں کی تاجدار درود
گورِ بیکس کو شمع سے کیا کام — ہو چراغِ سرِ مزار درود
قبر میں خوب کام آتی ہے — بیکسوں کی ہے یارِ غار درود
ق انھیں کس کی درود کی پروا — بھیجے جب اُن کا کردگار درود
ہے کرم ہی کرم کہ سنتے ہیں — آپ خوش ہو کے بار بار درود
ق جان نکلے تو اِس طرح نکلے — تجھ پر اے غمزدوں کے یار درود
دل میں جلوے بسے ہوئے تیرے — لب سے جاری ہو بار بار درود

اے حسنؔ خارِ غم کو دل سے نکال
غمزدوں کی ہے غمگسار درود

رنگِ چمن پسند نہ پھولوں کی بو پسند — صحرائے طیبہ ہے دلِ بلبل کو تو پسند
اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے — ہم کو ہے وہ پسند جسے آئے تو پسند
مایوس ہو کے سب سے میں آیا ہوں تیرے پاس — اے جان کر لے ٹوٹے ہوئے دل کو تو پسند
ہیں خانہ زاد بندہ کا احسان تو کیا عجیب — تیری وہ خو ہے کرتے ہیں جسکو عدو پسند
کیونکر نہ چاہیں تیری گلی میں ہوں مٹ کے خاک — دنیا میں آج کسکو نہیں آبرو پسند
ہے خاکسار پر کرمِ خاص کی نظر — عاجز نواز ہے تری خوئے خوبرو پسند
قُل کہہ کر اپنی بات بھی لب سے ترے سنی — اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند
حور و فرشتہ جن و بشر سب نثار ہیں — ہے دو جہاں میں قبضہ کئے چار سو پسند
اُن کے گناہگار کی اُمید عفو کو — پہلے کرے گی آیتِ لا تقنطوا پسند

طیبہ میں سر جھکاتے ہیں خاکِ نیاز پر
کونین کے بڑے سے بڑے آبرو پسند

سب ہے خواہشِ وصالِ درِ یار اے حسنؔ
آئے نہ کیوں اثر کو مری آرزو پسند

ردیف ذال معجمہ

ہو اگر مدحِ کفِ پا سے منور کاغذ
عارضِ حور کی زینت ہو سراسر کاغذ

صفتِ خارِ مدینہ کروں گلکاری
دفترِ گل کا عنادل سے منگا کر کاغذ

عارضِ پاک کی تعریف ہو جس پرچہ میں
سو سیہ نامہ اُجالے وہ منور کاغذ

شامِ طیبہ کی تجلی کا کچھ احوال لکھوں
دے بیاضِ سحر اِک ایسا منور کاغذ

یادِ محبوب میں کاغذ سے تو دل کم نہ رہے
کہ جدا نقش سے ہوتا نہیں دم بھر کاغذ

ورقِ مہر اسے خطِ غلامی لکھ دے
ہو جو وصفِ رخِ پُر نور سے انور کاغذ

تیرے بندے ہیں طلبگار تری رحمت کے
سن گناہوں کے نہ اے داورِ محشر کاغذ

لبِ جاں بخش کی تعریف اگر ہو تجھ میں
ہو مجھے تارِ نفس ہر خطِ مسطر کاغذ

مدحِ رخسار کے پھولوں میں بسا لوں جو حسنؔ
حشر میں ہو مرے نامہ کا معطر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

اگر چمکا مقدر خاکِ پائے رہرواں ہو کر
چلے گئے بیٹھتے اُٹھتے غبارِ کارواں ہو کر

شبِ معراج وہ دم بھر میں پلٹے لامکاں ہو کر
بہارِ ہشت جنت دیکھ کر ہفت آسماں ہو کر

چمن کی سیر سے جلتا ہے جی طیبہ کی فرقت میں
مجھے گلزار کا سبزہ رلاتا ہے دھواں ہو کر

تصور اُس لبِ جاں بخش کا کس شان سے آیا
دلوں کا چین ہو کر جان کا آرامِ جاں ہو کر

کریں تعظیم میری سنگِ اسود کی طرح مومن
تمہارے در پہ رہ جاؤں جو سنگِ آستاں ہو کر

دکھا دے اے خدا گلزارِ طیبہ کا سماں مجھ کو
پھروں کب تک پریشاں بلبلِ بے آشیاں ہو کر

ہوئے یمنِ قدم سے فرش و عرش و لامکاں زندہ
خلاصہ یہ کہ سرکار آئے ہیں جانِ جہاں ہو کر

ترے دستِ عطا نے دولتیں دیں دل کئی ٹھنڈے
کہیں گوہر فشاں ہو کر کہیں آبِ رواں ہو کر

فدا ہو جائے امت اس عنایت اس محبت پر — ہزاروں غم لئے ہیں ایک دل پر شادماں ہو کر
جو رکھتے ہیں سلاطین شاہی بادشاہی کی خواہش — نشاں قائم کریں اُن کی گلی میں بے نشاں ہو کر
وہ جس رہ سے گذرتے ہیں بسی رہتی ہے مدت تک — نصیب اس گھر کے جس گھر میں وہ ٹھہریں میہماں ہو کر

حسن کیوں پاؤں توڑے بیٹھے ہو طیبہ کا رستہ لو
زمیں ہے سر گرداں رکھے گی آسماں ہو کر

مرحبا عزت و کمالِ حضور — ہے جلالِ خدا جلالِ حضور
اُن کے قدموں کی یاد میں مریے — کیجیے دل کو پائمالِ حضور
دشتِ ایمن ہے سینۂ مومن — دل میں ہے جلوۂ خیالِ حضور
آفرینش کو ناز ہے جس پر — ہے وہ انداز بے مثالِ حضور
ماہ کی جان مہر کا ایمان — جلوۂ حسن بے زوالِ حضور
حسنِ یوسف کرے زلیخائی — خواب میں دیکھ کر جمالِ حضور
وقفِ انجاحِ مقصدِ خدام — ہر شب و روز و ماہ و سالِ حضور
سکۂ رائج ہے حکم جاری ہے — دونوں عالم ہیں پائمالِ حضور
تابِ دیدار ہو سکے جو نہ ہو — پردۂ غیب میں جمالِ حضور
جو نہ آئی نظر نہ آئے نظر — ہر نظر میں ہے وہ مثالِ حضور
اُنھیں نقصان دے نہیں سکتا — دشمن اپنا ہے بدسگالِ حضور
ورنہ التاج فرقِ شاہی ہے — ذرۂ شوکتِ نعالِ حضور
حال سے کشفِ رازِ قال نہ ہو — قال سے کیا عیاں ہو حالِ حضور
منزلِ رشد کے نجوم اصحاب — کشتیِ خیر و امن آلِ حضور

ہے مسِ قلب کے لئے اکسیر
اے حسن خاکِ پائمالِ حضور

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر — سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
سرگذشتِ غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے — کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر
بے لقائے یار اُن کو چین آ جاتا اگر — بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر
کون کہتا ہے دل بے مدعا ہے خوب چیز — میں تو کوڑی کو نہ لوں اُن کی تمنا چھوڑ کر

مر ہی جاؤں میں اگر اس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر

کس تمنا پر جئیں یارب اسیرانِ قفس
آ چکی بادِ صبا باغِ مدینہ چھوڑ کر

بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہوگا کسے
کس کے دامن میں چھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر

خلد کیسا نفسِ سرکش جاؤں گا طیبہ کو میں
بدچلن ہٹ کر کھڑا ہو مجھ سے رستہ چھوڑ کر

ایسے جلوے پر کروں میں لاکھ حوروں کو نثار
کیا غرض کیوں جاؤں جنت کو مدینہ چھوڑ کر

حشر میں ایک ایک کا منہ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے اُن کا سہارا چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو اُن کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

ردیف زائے معجمہ

جتنا مرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

خاکِ مدینہ پر مجھے اللہ موت دے
وہ مُردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز

کیوں جائیں ہم کہیں کہ غنی تم نے کر دیا
اب تو یہ گھر پسند یہ در یہ گلی عزیز

جو کچھ تری رضا ہے خدا کی وہی خوشی
جو کچھ تری خوشی ہے خدا کو وہی عزیز

گو ہم نمک حرام نکمے غلام ہیں
قربان پھر بھی رکھتی ہے رحمت تری عزیز

شانِ کرم کو اچھے برے سے غرض نہیں
اُس کو سبھی پسند ہیں اُس کو سبھی عزیز

منگتا کا ہاتھ اُٹھا تو مدینہ ہی کی طرف
تیرا ہی در پسند تیری ہی گلی عزیز

اُس در کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے
تختِ شہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز

کونین دے دیے ہیں ترے اختیار میں
اللہ کو بھی کتنی ہے خاطر تری عزیز

محشر میں دو جہاں کو خدا کی خوشی کی چاہ
میرے حضور کی ہے خدا کو خوشی عزیز

قرآن کھا رہا ہے اسی خاک کی قسم
ہم کون ہیں خدا کو ہے تیری گلی عزیز

طیبہ کی خاک ہو کہ حیاتِ ابد ملے
اے جاں بلب تجھے ہے اگر زندگی عزیز

سنگِ ستم کے بعد دعائے فلاح کی
بندے تو بندے ہیں تمہیں ہیں مدعی عزیز

دل سے ذرا یہ کہہ دے کہ ان کا غلام ہوں
ہر دشمنِ خدا ہو خدا کو ابھی عزیز

طیبہ کے ہوتے خلدِ بریں کیا کروں حسن
مجھ کو یہی پسند ہے مجھ کو یہی عزیز

ردیف سین مہملہ

ہوں جو یاد رخِ پُر نور میں مرغانِ قفس
چمک اٹھے چہ یوسف کی طرح شانِ قفس

کس بلا میں ہیں گرفتار اسیرانِ قفس
کل تھے مہمانِ چمن آج ہیں مہمانِ قفس

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
اب کہاں طیبہ وہی ہم وہی زندانِ قفس

روئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
ہائے کیا قہر کیا الفتِ یارانِ قفس

نوحہ گر کیوں نہ رہے مرغِ خوش الحانِ چمن
باغ سے دام ملا دام سے زندانِ قفس

پائیں صحرائے مدینہ تو گلستاں لیجائیے
ہند ہے ہم کو قفس ہم ہیں اسیرانِ قفس

زخمِ دل پھول بنے آہ کی چلتی ہے نسیم
روز افزوں ہے بہار چمنستانِ قفس

قافلہ دیکھتے ہیں جب سوئے طیبہ
کیسی حسرت سے تڑپتے ہیں اسیرانِ قفس

تھا چمن ہی ہمیں زنداں کہ نہ تھا وہ گُلِ تر
قید پر قید ہوا اور یہ زندانِ قفس

دشتِ طیبہ میں ہمیں شکلِ وطن یاد آئی
بدنصیبی سے ہوا باغ میں ارمانِ قفس

اب نہ آئینگے اگر کھل گئی قسمت کی گرہ
اب گرہ باندھ لیا ہم نے یہ پیمانِ قفس

ہند کو کون مدینے سے پلٹنا چاہے
عیشِ گلزار بھلا دے جو نہ دورانِ قفس

چہچہے کس گُلِ خوبی کی ثنا میں ہیں حسن
نکہتِ خلد سے مہکا ہے جو زندانِ قفس

ردیف شین معجمہ

جنابِ مصطفےٰ ہوں جس سے ناخوش
نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش

شہِ کونین نے جب صدقہ بانٹا
زمانے بھر کو دم میں کر دیا خوش

سلاطیں مانگتے ہیں بھیک اس سے
یہ اپنے گھر سے ہے اُن کا گدا خوش

پسندِ حق تعالےٰ تیری ہر بات
ترے انداز خوش تیری ادا خوش

مٹیں سب ظاہر و باطن کے امراض
مدینے کی ہے یہ آب و ہوا خوش

فتر طٰہٰ کی محبت کے تقاضے
کہ جس سے آپ خوش اُس سے خدا خوش

ہزاروں جُرم کرتا ہوں شب و روز
خوشا قسمت نہیں وہ پھر بھی ناخوش

الٰہی دے مرے دل کو غمِ عشق۔
نشاطِ دہر سے ہو جاؤں ناخوش

نہیں بھاتیں کبھی دشتِ نبی سے
کچھ ایسی ہے بہاروں کو فضا خوش

مدینے کی اگر سرحد نظر آئے
دلِ ناشاد ہو بے انتہا خوش

نہ تھے آرام دم بھر بے غمِ عشق۔
دلِ مضطر ہیں خوش میرا خدا خوش

ق
نہ تھا ممکن کہ ایسی معصیت پر
گنہگاروں سے ہو جاتا خدا خوش

تمہاری روتی آنکھوں نے ہنسایا
تمہارے غمزدہ دل نے کیا خوش

الٰہی دھوپ ہے اُن کی گلی کی۔
مرے سر کو نہیں ظلِّ ہما خوش

حسن نعت چنیں شیریں بیانی
تو خوش باشی کہ کردی وقتِ ما خوش

ردیف صاد مہملہ

خدا کی خلق ہیں سب انبیاء خاص
گروہِ انبیاء میں مصطفیٰ خاص

نرالا حسن انداز و ادا خاص
تجھے خاصوں میں حق نے کر لیا خاص

تری نعمت کے سائل خاص تا عام
تری رحمت کے طالب عام تا خاص

شریک اوس میں نہیں کوئی پیمبر
خدا سے ہے جو تجھ کو واسطہ خاص

گنہگارو نہ ہو مایوسِ رحمت
نہیں ہوتی کریموں کی عطا خاص

گدا ہوں خاص رحمت سے ملے بھیک
نہیں خاص اور نہ میری التجا خاص

ملا جو کچھ جسے وہ تم سے پایا۔
تمہیں ہو مالکِ مُلکِ خدا خاص

غریبوں بے نواؤں بے کسوں کو
خدا نے در تمہارا کر دیا خاص

جو کچھ پیدا ہوا دونوں جہاں میں
تصدق ہے تمہاری ذات کا خاص

تمہاری انجمن آرائیوں کو
ہوا ہنگامۂ قالوا بلیٰ خاص

نبی ہم پایہ ہوں کیا۔ تو نے پایا
نبوت کی طرح ہر معجزہ خاص

جو رکھتا ہے جمالِ مَنْ رَاٰنِیْ
اسی منہ کی صفت ہے والضحیٰ خاص

نہ کھینچو اور دروازوں پر اس کو
حسنؔ ہے آپ کے در کا گدا خاص

ردیف ضادِ معجمہ

سن لو خدا کے واسطے اپنے گدا کی عرض
یہ عرض ہے حضور بڑے بے نوا کی عرض

اُن کے گدا کے در پہ ہے یوں بادشاہ کی عرض
جیسے ہو بادشاہ کے در پر گدا کی عرض

عاجز نوازیوں پہ کرم ہے تُلا ہوا
وہ دل لگا کے سنتے ہیں ہر بے نوا کی عرض

قربان اُن کے نام کے بے اُن کے نام کے
مقبول ہو نہ خاص جنابِ خدا کی عرض

غم کی گھٹائیں چھائی ہیں مجھ تیرہ بخت پر
اے مہر سُن لے ذرہ بے دست و پا کی عرض

اے بیکسوں کے حامی و یاور سوا ترے
کس کو غرض ہے کون سنے مبتلا کی عرض

اے کیمیائے دل میں ترے در کی خاک ہوں
خاکِ درِ حضور سے ہے کیمیا کی عرض

اُلجھن سے دور نور سے معمور کر مجھے
اے زلفِ پاک ہے یہ اسیرِ بلا کی عرض

دُکھ میں رہے کوئی یہ گوارا نہیں اُنہیں
مقبول کیوں نہ ہو دلِ درد آشنا کی عرض

کیوں طول دوں حضور یہ دیں یہ عطا کریں
خود جانتے ہیں آپ مرے مدعا کی عرض

دامن بھریں گے دولتِ فضلِ خدا سے ہم
خالی کبھی گئی ہے حسنؔ مصطفیٰ کی عرض

ردیف طائے مہملہ

چشمِ دل چاہے جو انوار سے ربط
رکھے خاکِ درِ دلدار سے ربط

اُن کی نعمت کا طلبگار سے میل
اُن کی رحمت کا گنہگار سے ربط

دشتِ طیبہ کی جو دیکھ آئیں بہار
ہو عنادل کو نہ گلزار سے ربط

یا خدا دل نہ ملے دنیا سے
نہ ہو آئینہ کو زنگار سے ربط

نفس سے میل نہ کرنا اے دل
قہر ہے ایسے ستمگار سے ربط

دلِ نجدی میں ہو کیوں حُبِّ حضور
ظلمتوں کو نہیں انوار سے ربط

تلخیِ نزع سے اس کو کیا کام
ہو جسے لعلِ شکربار سے ربط

خاکِ طیبہ کی اگر مل جائے
آپ صحت کرے بیمار سے ربط

اُن کے دامانِ گہر بار کو ہے
کاسۂ دستِ طلبگار سے ربط

کل ہے اجلاس کا دن اور ہمیں
نیل عطا سے نہ دربار سے ربط

ق
عمر یوں اُن کی گلی میں گذرے
ذرّہ ذرّہ سے بڑھے پیار سے ربط

سرِ شوریدہ کو ہے در سے میل
کمرِ خستہ کو دیوار سے ربط

اے حسنؔ خیر ہے کیا کرتے ہو
یار کو چھوڑ کر اغیار سے ربط

ردیف ظائے معجمہ

خاکِ طیبہ کی اگر دل میں ہو وقعت محفوظ
عیبِ کوری سے رہے چشمِ بصیرت محفوظ

دل میں روشن ہو اگر شمعِ ولائے مولےٰ
دُزدِ شیطاں سے رہے دین کی دولت محفوظ

یا خدا محوِ نظارہ ہوں یہاں تک آنکھیں
شکلِ قرآں ہو مرے دل میں وہ صورت محفوظ

سلسلہ زلفِ مبارک سے ہے جس کے دل کو
ہر بلا سے رکھے اللہ کی رحمت محفوظ

تھی جو اُس ذات سے تکمیلِ فرامیں منظور
رکھی خاتم کے لئے مُہرِ نبوت محفوظ

اے نگہبان مرے تجھ پہ صلوٰۃ اور سلام
دو جہاں میں ترے بندے ہیں سلامت محفوظ

واسطہ حفظِ الٰہی کا بچا رہزن سے
رہے ایمانِ غریباں دمِ رحلت محفوظ

شاہی کون و مکاں آپ کو دی خالق نے
کنزِ قدرت میں ازل سے تھی یہ دولت محفوظ

تیرے قانون میں گنجائشِ تبدیل نہیں
نسخ و ترمیم سے ہے تیری شریعت محفوظ

جسے آزاد کرے قامتِ شہ کا صدقہ
رہے فتنوں سے وہ تا روزِ قیامت محفوظ

اُس کو اعدا کی عداوت سے ضرر کیا پہنچے
جس کے دل میں ہو حسنؔ اُن کی محبت محفوظ

ردیف عین مہملہ

مدینہ میں ہے وہ سامانِ بارگاہِ رفیع
عروج و اوج ہیں قربانِ بارگاہِ رفیع

نہیں گدا ہی سرِ خوانِ بارگاہِ رفیع
خلیل بھی تو ہیں مہمانِ بارگاہِ رفیع

بنا کے دونوں جہاں مجرئی اسی در کے
کیا خدا نے جو سامانِ بارگاہِ رفیع

زمین عجز پہ سجدہ کرائیں شاہوں سے
فلک جناب ہے غلامانِ بارگاہِ رفیع

ہے انتہائے علائے ابتدائے اوج یہاں
ورائے خیال سے ہے شانِ بارگاہِ رفیع

کمندِ رشتۂ عمرِ خضر پہنچ نہ سکے
بلند اتنا ہے ایوانِ بارگاہِ رفیع

وہ کون ہے جو نہیں فیضیاب اس در سے
سبھی ہیں بندۂ احسانِ بارگاہِ رفیع

نوازے جاتے ہیں ہم سے نمک حرام غلام
ہماری جان ہو قربانِ بارگاہِ رفیع

مطیعِ نفس ہیں وہ سرکشانِ جن و بشر
نہیں جو تابعِ فرمانِ بارگاہِ رفیع

صلائے عام ہے مہماں نواز ہیں سرکار
کبھی اٹھا ہی نہیں خوانِ بارگاہِ رفیع

جمالِ شمس و قمر کا سنگار ہے شب و روز
فروغِ شمسۂ ایوانِ بارگاہِ رفیع

ملائکہ ہیں فقط دابِ سلطنت کیلئے
خدا ہے آپ نگہبانِ بارگاہِ رفیع

حسن جلالتِ شاہی سے کیوں جھجکتا ہے
گدا نواز ہے سلطانِ بارگاہِ رفیع ؂

ردیف غین معجمہ

خوشبو سے دشتِ طیبہ کی بس جائے گر دماغ
مہکائے بوئے خلد مرا سر بسر دماغ

پایا ہے پائے صاحبِ معراج سے شرف
ذراتِ کوئے طیبہ کا ہے عرش پر دماغ

مومن فدائے نور و شمیمِ حضور ہیں
ہر دل چمک رہا ہے معطر ہے ہر دماغ

ایسا بسے کہ بوئے گلِ خلد سے بسے
ہو یادِ نقشِ پائے نبی کا جو گھر دماغ

آباد کر خدا کے لئے اپنے نور سے
ویران دل ہے دل سے زیادہ کھنڈر دماغ

ہر خارِ طیبہ زینتِ گلشن ہے عندلیب
ناداں ایک پھول پر اتنا نہ کر دماغ

تا ہر ہے مستحقِ کرامت گناہگار
اللہ اکبر اتنا مزاج اس قدر دماغ

لیے نور دل کے واسطے کچھ بھیک مانگتے
ذراتِ خاکِ طیبہ کا ملتا اگر دماغ

اے عندلیب خارِ حرم ہے مثالِ گل
بک بک کے ہرزہ گوئی سے خالی نہ کر دماغ

ہر دم خیالِ پاک اقامت گزیں رہے
بن جائے گھر دماغ نہ ہو رہگذر دماغ

شاید کہ وصف پائے نبی کچھ بیاں کرے
پہنچی ترقیوں پہ رسا ہو اگر دماغ

اُس بد لگام کو خرِ دجال جانیے ۔ منکر ہے ذکرِ پاک کو سن کر جو خر دماغ

اُن کے خیال سے ہے ملی امن اے حسن
سر پر نہ آئے کوئی بلا ہو سپر دماغ

ردیف فا

کچھ غم نہیں اگرچہ زمانہ ہو برخلاف ۔ اُنکی رضا رہے تو کرے کیا اثر خلاف

اُن کا عدو اسیرِ بلائے نفاق ہے ۔ اُسکی زبان و دل میں رہے عمر بھر خلاف

کرتا ہے ذکرِ پاک سے نجدی مخالفت ۔ کمبخت بدنصیب کی قسمت ہے برخلاف

اُن کی وجاہتوں میں کمی ہو محال ہے ۔ بالفرض اک زمانہ ہو اُن سے اگر خلاف

اُٹھوں جو خوابِ مرگ سے آئے شمیمِ یار ۔ یارب نہ صبحِ حشر ہو بادِ سحر خلاف

قربان جاؤں رحمتِ عاجز نواز پر ۔ ہوتی نہیں غریب سے اُنکی نظر خلاف

شانِ کرم کسی سے عوض چاہتی نہیں ۔ لاکھ امتثالِ امر میں دل ہو ادھر خلاف

کیا رحمتیں ہیں لطف میں پھر بھی کمی نہیں ۔ کرتے رہے ہیں حکم سے ہم عمر بھر خلاف

تعمیلِ حکمِ حق کا حسن ہے اگر خیال
ارشادِ پاک سرورِ دیں کا نہ کر خلاف

رحمت نہ کس طرح ہو گنہگار کی طرف ۔ رحمٰن خود ہے میرے طرفدار کی طرف

جانِ جناں ہے دشتِ مدینہ تری بہار ۔ بلبل نہ جائیگی کبھی گلزار کی طرف

انکار کا وقوع تو کیا ہو کریم سے ۔ مائل ہوا نہ دل کبھی انکار کی طرف

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی ۔ منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف

منہ اُس کا دیکھتی ہیں بہاریں بہشت کی ۔ جس کی نگاہ ہے ترے رخسار کی طرف

جاں بخشیاں مسیح کو حیرت میں ڈالتیں ۔ چپ بیٹھے دیکھتے تری رفتار کی طرف

محشر میں آفتاب اُدھر گرم اور اِدھر ۔ آنکھیں لگی ہیں دامنِ دلدار کی طرف

پھیلا ہوا ہے ہاتھ ترے در کے سامنے ۔ گردن جھکی ہوئی تری دیوار کی طرف

گو بے شمار جرم ہوں گو بے عدد گناہ ۔ کچھ غم نہیں جو تم ہو گنہگار کی طرف

یوں مجھ کو موت آئے تو کیا پوچھنا مرا ۔ میں خاک پر نگاہ درِ یار کی طرف

کعبے کے صدقے دل کی تمنا مگر یہ ہے
مرنے کے وقت منہ ہو درِ یار کی طرف

دے جاتے ہیں مراد جہاں مانگیے وہاں
منہ ہونا چاہیے درِ سرکار کی طرف

روکے گی حشر میں جو مجھے پاشکستگی
دوڑیں گے ہاتھ دامنِ دلدار کی طرف

ق
آہیں دلِ اسیر سے لب تک نہ آئی تھیں
اور آپ دوڑے آئے گرفتار کی طرف

دیکھی جو بےکسی تو انہیں رحم آگیا
گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

بٹتی ہے بھیک دوڑتے پھرتے ہیں بے نوا
در کی طرف کبھی کبھی دیوار کی طرف

عالم کے دل تو بھر گئے دولت سے کیا عجب
گھر دوڑنے لگیں درِ سرکار کی طرف

آنکھیں جو بند ہوں تو مقدر کھلے حسن
جلوے خود آئیں طالبِ دیدار کی طرف

ردیف قاف

ترا ظہور ہوا چشمِ نور کی رونق
ترا ہی نور ہے بزمِ ظہور کی رونق

رہے نہ عفو میں پھر ایک ذرہ شک باقی
جو اُن کی خاکِ قدم ہو قبور کی رونق

نہ فرش کا یہ تجمل نہ عرش کا یہ جمال
فقط ہے نور و ظہورِ حضور کی رونق

تمہارے نور سے روشن ہوئے زمین و فلک
یہی جمال ہے نزدیک و دور کی رونق

زبانِ حال سے کہتے ہیں نقشِ پا اُن کے
ہمیں ہیں چہرۂ غلمان و حور کی رونق

ترے نثار ترا ایک جلوۂ رنگیں
بہارِ جنت و [illegible] کی رونق

ضیا زمین و فلک کی ہے جس تجلی سے
الٰہی ہو وہ دلِ ناصبور کی رونق

یہی فروغ تو زیبِ صفا و زینت ہے
یہی ہے حسن و تجلی و نور کی رونق

حضور تیرہ و تاریک ہے یہ پتھر دل
تجلیوں سے ہوئی کوہِ طور کی رونق

سجی ہے جن سے شبستانِ عالمِ امکاں
وہی ہیں مجلسِ روزِ نشور کی رونق

کریں دلوں کو منور سراج[1] کے جلوے
فروغِ بزمِ عوارف ہو نوری[2] کی رونق

دعا خدا سے غمِ عشقِ مصطفےٰ کی ہے
حسن یہ غم ہے نشاط و سرور کی رونق

[1] سراج العوارف مصنفہ حضرت پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۲

[2] تخلص حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

ردیف کاف

جو ہو سر کو رسائی اُن کے در تک
تو پہنچے تاجِ عزت اپنے سر تک

وہ جب تشریف لائے گھر سے در تک
بھکاری کا بھرا ہے در سے گھر تک

دُہائی ناخدائے بے کساں کی
کہ سیلابِ الم پہنچا کمر تک

الٰہی دل کو دے وہ سوزِ اُلفت
پھنکے سینہ جلن پہنچے جگر تک

نہ ہو جب تک تمہارا نام شامل
دُعائیں جا نہیں سکتیں اثر تک

گزر کی راہ نکلی رہگزر میں
ابھی پہنچے نہ تھے ہم اُن کے در تک

خدایوں اُن کی الفت میں گما دے
نہ پاؤں پھر کبھی اپنی خبر تک

بجائے چشمِ خود اُٹھ - تا نہ ہو آڑ
جمالِ یار سے تیری نظر تک

رہی نعمت کے بھوکے اہلِ دولت
تری رحمت کا پیاسا ابرِ تر تک

نہ ہوگا دو قدم کا فاصلہ بھی
الٰہ آباد سے احمد نگر تک

تمہارے حسن کے باڑے کے صدقے
نمک خوارِ ملاحت ہے قمر تک

شبِ معراج تھے جلوے پہ جلوے
شبستانِ دنیٰ سے انکے گھر تک

بلائے جان ہے اب ویرانیِ دل
چلے آؤ کبھی اس اُجڑے گھر تک

نہ کھول آنکھیں نگاہِ شوقِ ناقص
بہت پردے ہیں حُسنِ جلوہ گر تک

جہنم میں دھکیلیں نجدیوں کو
حسن جھونٹوں کو یوں پہنچائیں گھر تک

ردیف لام

طور نے تو خوب دیکھا جلوۂ شانِ جمال
اس طرف بھی اک نظر اے برقِ تابانِ جمال

اک نظر بے پردہ ہو جائے جو لمعانِ جمال
مردمِ دیدہ کی آنکھوں پر ہو احسانِ جمال

چل گیا جس راہ میں سروِ خرامانِ جمال
نقشِ پا سے کھل گئے لاکھوں گلستانِ جمال

ہے شبِ غم اور گرفتارانِ ہجرانِ جمال
مہر کر ذرّوں پر اے خورشیدِ تابانِ جمال

کر گیا آخر لباسِ لالہ و گل میں ظہور
خاک میں ملتا نہیں خونِ شہیدانِ جمال

ذرہ ذرہ خاک کا ہوجائیگا خورشید حشر
قبر میں لیجائیں گے عاشق جو ارمانِ جمال

ہوگیا شاداب عالم آگئی فصلِ بہار
اُٹھ گیا پردہ کھلا باب گلستانِ جمال

جلوہ موئے محاسن چہرۂ انور کے گرد۔
آبنوسی رحل پر رکھا ہے قرآنِ جمال

اُس کے جلوے سے نہ کیوں کافور ہوں ظلماتِ کفر
پیشگاہ نور سے آیا ہے فرمانِ جمال

کیا کہوں کتنا ہے ان کی رہگزر میں جوشِ حسن۔
آشکارا ذرہ ذرہ سے ہے میدانِ جمال

ذرہ در سے ترے ہمسر ہوں کیا مہر و قمر
یہ ہے سلطانِ جمال اور وہ گدایانِ جمال

کیا مزے کی زندگی ہے زندگی عشاق کی
آنکھیں اُنکی جستجو میں دل میں ارمانِ جمال

روسیاہی نے شب دیجور کو شرما دیا
مُنہ اُجالا کردے اے خورشید تابانِ جمال

ابروئے پرخم سے پیدا ہے ہلالِ ماہِ عید
مطلعِ عارض سے روشن مہرِ تابانِ جمال

دلکشیٔ حسنِ جاناں کا ہوگیا عالم بیاں
دل فدائے آئینہ آئینہ قربانِ جمال

پیشِ یوسف ہاتھ کاٹے ہیں زنانِ مصر نے
تیری خاطر سر کٹا بیٹھے فدایانِ جمال

تیرے ذرہ پر شبِ غم کی جفائیں تابکے
نور کا تڑکا دکھا اے مہرِ تابانِ جمال

اتنی مدت تک ہو دید مصحفِ عارض نصیب
حفظ کرلوں ناظرہ پڑھ پڑھ کے قرآنِ جمال

یا خدا دل کی گلی سے کون گذرا ہے کہ آج
ذرہ ذرہ سے ہے طالع مہرِ تابانِ جمال

اُن کے در پر اسقدر بٹتا ہے باڑہ نور کا
جھولیاں بھر بھر کے لاتے ہیں گدایانِ جمال

نور کی بارش حسن پر ہو ترے دیدار سے
دل سے دھلجائے الٰہی داغِ حرمانِ جمال

بزمِ محشر منعقد کر میسرِ سامانِ جمال
دل کے آئینوں کو مدت سے ہے ارمانِ جمال

اپنا صدقہ بانٹتا آتا ہے سلطانِ جمال
جھولیاں پھیلائے دوڑیں بے نوایانِ جمال

جس طرح سے عاشقوں کا دل ہے قربانِ جمال
ہے یونہیں قربان تیری شکل پر جانِ جمال

بے حجابانہ دکھا دو اک نظر آنِ جمال
صدقے ہونے کے لئے حاضر ہیں خواہانِ جمال

تیرے ہی قامت نے چمکایا مقدر حسن کا
بس اسی اِکّے سے روشن ہے شبستانِ جمال

روح لے گی حشر تک خوشبوئے جنت کے مزے
گر بسا دیگا کفن عطرِ گریبانِ جمال

مر گئے عشاق لیکن وا ہے چشم منتظر
حشر تک آنکھیں تجھے ڈھونڈھینگی اے جانِ جمال

پیشگی ہی نقد جاں دیتے چلے ہیں مشتری
حشر میں کھولیگا یارب کون دکانِ جمال

عاشقوں کا ذکر کیا معشوق عاشق ہو گئے
انجمن کی انجمن صدقہ ہے اے جانِ جمال

تیری ذرّیت کا ہر ذرّہ نہ کیوں ہو آفتاب
سرزمینِ حسن سے نکلی ہے یہ کانِ جمال

بزمِ محشر میں حسینانِ جہاں سب جمع ہیں۔
پر نظر تیری طرف اُٹھتی ہے اے جانِ جمال

آ رہی ہے ظلمتِ شب ہائے غم چھپا کے
نورِ یزداں ہم کو لے لے زیرِ دامانِ جمال

وسعتِ بازارِ عشق تنگ ہے اُس کے حضور
کس جگہ کھولے کسی کا حسن دُکانِ جمال

خوبرویانِ جہاں کو بھی یہی کہتے سنا
تم ہو شانِ حسن جانِ حسن ایمانِ جمال

تیرہ و تاریک رہتی بزمِ خوبانِ جہان
گر ترا جلوہ نہ ہوتا شمعِ ایوانِ جمال

میں تصدّق جاؤں اے شمس الضحیٰ بدر الدجےٰ
اس دلِ تاریک پر بھی کوئی لمعانِ جمال

سب سے پہلے حضرتِ یوسف کا نامِ پاک یوں
ہیں گناہوں گر ترے امیدوارانِ جمال

بے بصر پر بھی یہ اُن کے حسن نے ڈالا اثر
دل میں ہے پھوٹی ہوئی آنکھوں پر ارمانِ جمال

عاشقوں نے رزمگاہوں میں گلے کٹوا دیے
واہ کس کس لطف سے کی عیدِ قربانِ جمال

یا خدا دیکھوں بہارِ خندۂ دنداں ترا
برسے کشتِ آرزو پہ ابرِ نیسانِ جمال

ظلمتِ مرقد سے اندیشہ حسن کو کچھ نہیں
ہے وہ مداحِ حسیناں منقبت خوانِ جمال

ردیف میم

اے دینِ حق کے رہبر تم پر سلام ہر دم
میرے شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اس بیکس و حزیں پر جو کچھ گزر رہی ہے
ظاہر ہے سب وہ تم پر تم پر سلام ہر دم

دنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت
پیارے پڑھوں نہ کیوں کر تم پر سلام ہر دم

دلِ تشنگانِ فرقت پیاسے ہیں مدتوں سے
ہم کو بھی جامِ کوثر تم پر سلام ہر دم

بندہ تمہارے در کا آفت میں مبتلا ہے
رحم اے حبیبِ داور تم پر سلام ہر دم

بے وارثوں کے وارث بے والیوں کے والی
تسکینِ جانِ مضطر تم پر سلام ہر دم

لِلّٰہ اب ہماری فریاد کو پہنچیے۔
بے حد ہے حال ابتر تم پر سلام ہر دم

جلادِ نفسِ بد سے دیجے مجھے رہائی
اب ہے گلے پہ خنجر تم پر سلام ہر دم

دریوزہ گر ہوں میں بھی ہوتے سخا اس گلی کا
لطف و کرم ہو مجھ پر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہے میرا میں کس سے داد چاہوں
سلطانِ بندہ پرور تم پر سلام ہر دم

غم کی گھٹائیں گھر کر آئی ہیں ہر طرف سے
اے مہرِ ذرہ پرور تم پر سلام ہر دم

بلوا کے اپنے در پر اب مجھ کو دیجے عزت
پھرتا ہوں خوار در در تم پر سلام ہر دم

محتاج سے تمہارے کرتے ہیں سب کنارا
بس اک تمہیں ہو یاور تم پر سلام ہر دم

بہرِ خدا بچاؤ ان غار ہائے غم سے
اک دل ہے لاکھ نشتر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہمارا ہم کس کے در پہ جائیں
اے بیکسوں کے یاور تم پر سلام ہر دم

کیا خوف مجھ کو پیارے نارِ جحیم سے ہو
تم ہو شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اپنے گدائے در کی لیجے خبر خدا را
کیجے کرم حسن پر تم پر سلام ہر دم

اے مدینے کے تاجدار سلام
اے غریبوں کے غمگسار سلام

تیری اک اک ادا پر اے پیارے
سو درودیں فدا ہزار سلام

ربِّ سلِّم کے کہنے والے پر
جان کے ساتھ ہوں نثار سلام

میرے پیارے پہ میرے آقا پر
میری جانب سے لاکھ بار سلام

میری بگڑی بنانے والے پر
بھیج اے میرے کردگار سلام

اس پناہِ گناہ گاراں پر
یہ سلام اور کروڑ بار سلام

اس جوابِ سلام کے صدقے
تا قیامت ہوں بے شمار سلام

ان کی محفل میں ساتھ لے جائیں
حسرتِ جانِ بے قرار سلام

پردہ میرا نہ فاش حشر میں ہو
اے مرے حق کے رازدار سلام

وہ سلامت رہا قیامت میں
پڑھ لئے جس نے دل سے چار سلام

عرض کرتا ہے یہ حسن تیرا
تجھ پر اے خلد کی بہار سلام

تیرے در پہ ساجد ہیں شاہانِ عالم
تو سلطانِ عالم ہے اے جانِ عالم

یہ پیاری ادائیں یہ نیچی نگاہیں
فدا جانِ عالم ہو اے جانِ عالم

کسی اور کو بھی یہ دولت ملی ہے
گدا جس کے در کے ہیں شاہانِ عالم

میں در در پھروں چھوڑ کر کیوں ترا در
اٹھائے بلا میری احسانِ عالم

ہیں سرکارِ عالی کے قربان جاؤں — بھکاری ہیں اس در کے شاہانِ عالم
مرے دبدبہ والے میں تیرے صدقے — ترے در کے کُتّے ہیں شاہانِ عالم
تمہاری طرف ہاتھ پھیلے ہیں سب کے — تمہیں پورے کرتے ہو ارمانِ عالم
مجھے زندہ کردے مجھے زندہ کردے — مرے جانِ عالم مرے جانِ عالم
مسلماں مسلماں ہیں تیرے سبب سے — مری جان تُو ہی ہے ایمانِ عالم
مرے آن والے مرے شان والے — گدائی ترے در کی ہے شانِ عالم
تو بحرِ حقیقت تو دریائے عرفان — ترا ایک قطرہ ہے عرفانِ عالم
کوئی جلوہ میرے بھی روزِ سیہ پر — خدا کے قمر مہرِ تابانِ عالم
بس اب کچھ عنایت ہوا اب ملا کچھ — انہیں تکتے رہنا فقیرانِ عالم
وہ دولھا ہیں ساری خدائی براتی — انہیں کے لئے ہے یہ سامانِ عالم
نہ دیکھا کوئی پھول تجھ سا نہ دیکھا — بہت چھان ڈالے گلستانِ عالم
ترے کوچہ کی خاک ٹھیری ازل سے — مری جاں علاجِ مریضانِ عالم
کوئی جانِ عیسیٰ کو جاکر خبر دے — مرے جاتے ہیں دردمندانِ عالم
ابھی سارے بیمار ہوتے ہیں اچھے — اگر لب ہلادے وہ درمانِ عالم

سمیٹا خدارا حسنؔ کی بھی اس سے
بلا میں ہے یہ گوشۂ دامانِ عالم۔

جاتے ہیں سوئے مدینہ گھر سے ہم — باز آئے ہندسۂ بداختر سے ہم
مار ڈالے بے قراری شوق کی — خوش تو جب ہوں اس دلِ مضطر سے ہم
بے ٹھکانوں کا ٹھکانا ہے یہی — اب کہاں جائیں تمہارے در سے ہم
تشنگیِ حشر سے کچھ غم نہیں — ہیں غلامانِ شہِ کوثر سے ہم
اپنے ہاتھوں میں ہے دامانِ شفیع — ڈر چکے بس فتنۂ محشر سے ہم
نقشِ پا سے جو ہوا ہے سرفراز — دل بدل ڈالیں گے اس پتھر سے ہم
گردنِ تسلیم خم کرنے کے ساتھ — پھینکتے ہیں بارِ عصیاں سر سے ہم
گور کی شب تار ہے پر خوف کیا — لَو لگائے ہیں رخِ انور سے ہم
دیکھ لینا سب مرادیں مل گئیں — جب لپٹ کر روئے انکے در سے ہم

کیا بندھا ہم کو خُدا جانے خیال
آنکھیں ملتے ہیں جو ہر پتھر سے ہم

جانے والے چل دیئے کب کے حسنؔ
پھر رہے ہیں ایک بس مضطر سے ہم

منقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ برائے غوثِ اعظم
دے مجھ کو ولائے غوثِ اعظم

دیدارِ خُدا تجھے مبارک
اے محوِ لقائے غوثِ اعظم

وہ کون کریم صاحبِ جود
ہیں کون گدائے غوثِ اعظم

سُوکھی ہوئی کھیتیاں ہری کر
اے ابرِ سخائے غوثِ اعظم

اُمیدیں نصیب مشکل حل -
قرباں عطائے غوثِ اعظم

کیا تیزیٔ مہرِ حشر سے خوف
ہیں زیرِ لوائے غوثِ اعظم

وُہ اور ہیں جن کو کہیے محتاج
ہم تو ہیں گدائے غوثِ اعظم

ہیں جانبِ نالۂ غریباں -
گوشِ شنوائے غوثِ اعظم

کیوں ہم کو ستائے نارِ دوزخ
کیوں رد ہو دعائے غوثِ اعظم

بیگانے بھی ہو گئے یگانے
دلکش ہے ادائے غوثِ اعظم

آنکھوں میں ہے نُور کی تجلّی -
پھیلی ہے ضیائے غوثِ اعظم

جو دم میں غنی کرے گدا کو -
وہ کیا ہے عطائے غوثِ اعظم

کیوں حشر کے دن ہو فاش پردہ
ہیں زیرِ قبائے غوثِ اعظم

آئینۂ روئے خوبرویاں -
نقشِ کفِ پائے غوثِ اعظم

اے دل نہ ڈر بلاؤں سے اب
وہ آئی صدائے غوثِ اعظم

اے غم جو ستائے اب تو جانوں
لے دیکھ وہ آئے غوثِ اعظم

تارِ نفسِ ملائکہ ہے -
ہر تارِ قبائے غوثِ اعظم

سب کھول دے عقدہائے مشکل
اے ناخنِ پائے غوثِ اعظم

کیا اُن کی ثنا لکھوں حسنؔ میں
جاں بادِ فدائے غوثِ اعظم

اسیروں کے مشکل کشا غوثِ اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم

گھرا ہے بلاؤں میں بندہ تمہارا
مدد کے لئے آؤ یا غوث اعظم

ترے ہاتھ میں ہاتھ میں نے دیا ہے
ترے ہاتھ ہے لاج یا غوث اعظم

مریدوں کو خطرہ نہیں بحرِ غم سے
کہ بیڑے کے ناخدا غوث اعظم

تمہیں دکھ سنو اپنے آفت زدوں کا
تمہیں درد کی دو دوا غوث اعظم

بھنور میں پھنسا ہے ہمارا سفینہ
بچا غوث اعظم بچا غوثِ اعظم

جو دکھ بھر رہا ہوں جو غم سہہ رہا ہوں
کہوں کس سے تیرے سوا غوث اعظم

زمانے کے دکھ درد کی رنج و غم کی
ترے ہاتھ میں ہے دوا غوث اعظم

اگر سلطنت کی ہوس ہو فقیرو
کہو شَیْئًا لِلّٰہ یا غوث اعظم

نکالا ہے پہلے تو ڈوبے ہوؤں کو
اور اب ڈوبتوں کو بچا غوث اعظم

جسے خلق کہتی ہے پیارا خدا کا
اسی کا ہے تو لاڈلا غوث اعظم

ق کیا غور جب گیارھویں بارھویں میں
معمّا یہ ہم پر کھلا غوثِ اعظم

تمہیں وصل بے فصل ہے شاہِ دیں سے
دیا حق نے یہ مرتبہ غوثِ اعظم

پھنسا ہے تباہی میں بیڑا ہمارا
سہارا لگا دو ذرا غوثِ اعظم

مشائخ جہاں آئیں بہرِ گدائی۔
وہ ہے تیری دولت سرا غوثِ اعظم

مری مشکلوں کو بھی آسان کیجے
کہ ہیں آپ مشکل کشا غوث اعظم

وہاں سر جھکاتے ہیں سب اونچے اونچے
جہاں ہے ترا نقشِ پا غوثِ اعظم

قسم ہے کہ مشکل کو مشکل نہ پایا۔
کہا ہم نے جس وقت یا غوثِ اعظم

مجھے پھیر میں نفسِ کافر نے ڈالا
بتا جائیے راستا غوثِ اعظم

کھلا دے جو مرجھائیں کلیاں دلوں کی
چلا کوئی ایسی ہوا غوث اعظم

مجھے اپنی الفت میں ایسا گما دے
نہ پاؤں پھر اپنا پتا غوث اعظم

بچا لے غلاموں کو مجبوریوں سے
کہ تو عبدِ قادر ہے یا غوث اعظم

دکھا دے ذرا مہرِ رُخ کی تجلّی۔
کہ چھائی ہے غم کی گھٹا غوثِ اعظم

گرانے لگی ہے مجھے لغزشِ پا
سنبھالو غریبوں کو یا غوث اعظم

لپٹ جائیں دامن سے اسکے ہزاروں
پکڑ لے جو دامن ترا غوث اعظم

سروں پر جسے لیتے ہیں تاج والے
تمہارا قدم ہے وہ یا غوثِ اعظم

دوا ہے نگاہے عطائے سخا ہے
کہ شد درد ما را دوا غوثِ اعظم

نہ ہر رتہ و ہر راہ رُو ہیم بگرداں
سوئے خویش راہم نما غوثِ اعظم

اسیرِ کمندِ ہوا ہم کریما
بہ بخشائے بر حالِ ما غوثِ اعظم

فقیر تو چشمِ کرم از تو دارد
نگاہے بحالِ گدا غوثِ اعظم

گدا ہم مگر از گدایانِ شاہے
کہ گوئیندش اہلِ صفا غوثِ اعظم

کمر بست بر خونِ من نفسِ قاتل
اَغِثْنی برائے خدا غوثِ اعظم

ادھر میں پیا موری ڈولت ہے نیّا
کہوں کا سے اپنی بپا غوثِ اعظم

بپت میں کٹی موری سگری عمریا
کرو مو پہ اپنی دیا غوثِ اعظم

بھیو دو جو بیکنٹھ نگرا د تو سے
کہو موری نگری بھی آ غوثِ اعظم

کہوں کس سے جا کر حسن اپنے دل کی
سنے کون تیرے سوا غوثِ اعظم

ردیفِ نون

کون کہتا ہے کہ زینت خلد کی اچھی نہیں
لیکن اے دل فرقتِ کوئے نبی اچھی نہیں

رحم کی سرکار میں پرسش ہے ایسوں کی بہت
اے دل اچھا ہے اگر حالت مری اچھی نہیں

تیرہ دل کو جلوۂ ماہِ عرب درکار ہے
چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں

کچھ خبر ہے میں برا ہوں کیسے اچھے کا برا
مجھ برے پر زاہدو طعنہ زنی اچھی نہیں

اس گلی سے دور رہ کر کیا مریں ہم کیا جئیں
آہ ایسی موت ایسی زندگی اچھی نہیں

ان کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کیواسطے
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

خاک ان کے آستانے کی منگا دے چارہ گر
فکر کیا حالت اگر بیمار کی اچھی نہیں

سایۂ دیوارِ جاناں میں ہو بستر خاک پر
آرزوئے تاج و تخت و خسروی اچھی نہیں

دردِ عصیاں کی ترقی سے ہوا ہوں جاں بلب
مجھ کو اچھا کیجیے حالت مری اچھی نہیں

ذرۂ طیبہ کی طلعت کے مقابل اے قمر
گھٹتی بڑھتی چار دن کی چاندنی اچھی نہیں

موسمِ گل کیوں دکھائے جاتے ہیں یہ سبز باغ
دشتِ طیبہ جائیں گے ہم رہزنی اچھی نہیں

بیکسوں پر مہرباں ہے رحمتِ بیکس نواز — کون کہتا ہے ہماری بے کسی اچھی نہیں۔
بندۂ سرکار ہو پھر کر خدا کی بندگی — ورنہ اے بندے خدا کے بندگی اچھی نہیں
روسیاہ ہوں منہ اُجالا کر دے اے طیبہ کے چاند — اس اندھیرے پاکھ کی یہ تیرگی اچھی نہیں
خارہائے دشتِ طیبہ چبھ گئے دل میں مرے — عارضِ گل کی بہارِ عارضی اچھی نہیں
صبحِ محشر چونک اے دل جلوۂ محبوب دیکھ — نور کا تڑکا ہے پیارے کاہلی اچھی نہیں

اُن کے در پر موت آجائے تو جی جاؤں حسن
اُن کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں — لیے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا — ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں
اِدھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے — تمہاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں
کھلا دو غنچۂ دل صدقہ بادِ دامن کا — امیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں
تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے — پڑے ہوئے تو سرِ رہگزار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور — تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
یہ کس شہنشہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے — کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں
ہماری بگڑی بنی اُن کے اختیار میں ہے — سپرد اُنہیں کے ہیں سب کاروبار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
اُنہیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں۔

کیا کریں محفلِ دلدار کو کیونکر دیکھیں — اپنے سرکار کے دربار کو کیونکر دیکھیں
تابِ نظارہ تو ہو یار کو کیونکر دیکھیں — آنکھیں ملتی نہیں دیدار کو کیونکر دیکھیں
دلِ مردہ کو ترے کوچہ میں کیونکر لیجائیں — اثرِ جلوۂ رفتار کو کیونکر دیکھیں
جن کی نظروں میں ہو صحرائے مدینہ بلبل — آنکھ اُٹھا کر ترے گلزار کو کیونکر دیکھیں
عوضِ عفوِ گنہ بکتے ہیں اک مجمع ہے — ہائے ہم اپنے خریدار کو کیونکر دیکھیں
ہم گنہگار کہاں اور کہاں رویتِ عرش — سر اُٹھا کر تری دیوار کو کیونکر دیکھیں
اور سرکار بنے ہیں تو اُنہیں کے در سے — ہم گدا اور کی سرکار کو کیونکر دیکھیں
دستِ صیاد سے آہو کو چھڑائیں جو کریم — دامِ غم میں وہ گرفتار کو کیونکر دیکھیں

تابِ دیدار کا دعوے ہے جنھیں سامنے آئیں
دیکھئے کوچۂ محبوب میں کیونکر پہنچیں
دیکھتے ہیں ترے رخسار کو کیونکر دیکھیں
دیکھئے جلوۂ دیدار کو کیونکر دیکھیں

اہلکارانِ سقر اور ارادہ سے حسن
ناز پروردۂ سرکار کو کیونکر دیکھیں

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دُنیا کے ساماں میں
تمہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ امکاں میں

یہ رنگینی یہ شادابی کہاں گلزارِ رضواں میں
ہزاروں جنتیں آکر بسی ہیں کوئے جاناں میں

خزاں کا کس طرح ہو دخل جنت کے گلستاں میں
بہاریں بس چکی ہیں جلوۂ رنگینِ جاناں میں

تم آئے روشنی پھیلی ہوا دن کھل گئیں آنکھیں
اندھیرا ایسا اندھیرا چھا رہا تھا بزمِ امکاں میں

تھکا ماندہ وہ ہے جو پاؤں اپنے توڑ کر بیٹھا
وہی پہنچا ہوا ٹھہرا جو پہنچا کوئے جاناں میں

تمہارا کلمہ پڑھتا اُٹھے تم پر صدقے ہونے کو
جو پائے پاک سے ٹھوکر لگا دو جسمِ بے جاں میں

عجب انداز سے محبوبِ حق نے جلوہ فرمایا
سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نورِ ایماں میں

فدائے خارہائے دشتِ طیبہ پھول جنت کے
یہ وہ کانٹے ہیں جنکو خود جگہ دیں گل رگِ جاں میں

ہر اک کی آرزو ہے پہلے مجھ کو ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عیدِ قرباں میں

ظہورِ پاک سے پہلے بھی صدقے تھے نبی تم پر
تمہارے نام ہی کی روشنی تھی بزمِ خوباں میں

کلیم آسا نہ کیونکر غش ہوں اُنکے دیکھنے والے
نظر آتے ہیں جلوے طور کے رخسارِ تاباں میں

ہوا بدلی گھرے بادل کھلے گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہار جاں فزا آئی گلستاں میں

کسی کو زندگی اپنی نہ ہوتی اس قدر میٹھی
مگر دھوون تمہارے پاؤں کا ہے شیرۂ جاں میں

اُسے قسمت نے اُس کے جیتے جی جنت میں پہنچایا
جو دم لینے کو بیٹھا سایۂ دیوارِ جاناں میں

کیا پروانوں کو بلبل فرالی شمع لائے تم
گرے پڑتے تھے جو آتش پہ وہ پہنچے گلستاں میں

نسیمِ طیبہ سے بھی شمع گل ہو جائے لیکن یوں۔
کہ گلشن پھولیں جنت لہلہا اُٹھے چراغاں میں

اگر دودِ چراغِ بزمِ شہ چھو جائے کاجل سے
شبِ قدرِ تجلی کا ہو سرمہ چشمِ خوباں میں

کرم فرمائے گر باغِ مدینہ کی ہوا کچھ بھی۔
گلِ جنت نکل آئیں ابھی سروِ چراغاں میں

چمن کیونکر نہ مہکیں بلبلیں کیونکر نہ عاشق ہوں
تمہارا جلوۂ رنگیں بھرا پھولوں کی داماں میں

اگر دودِ چراغِ بزم ناملامس کرے کچھ بھی
شمیمِ مشک بس جائے گلِ شمعِ شبستاں میں

یہاں کے سنگریزوں سے حسن کیا لعل کو نسبت
یہ انکی رہگزر میں ہیں وہ پتھر ہے بدخشاں میں

عجب کرم شہِ والا تبار کرتے ہیں
کہ نا امیدوں کو امیدوار کرتے ہیں

جما کے دل میں صفیں حسرت و تمنا کی
نگاہِ لطف کا ہم انتظار کرتے ہیں

مجھے فسردگیِ بخت کا الم کیا ہو
وہ ایک دم میں خزاں کو بہار کرتے ہیں

خدا سگانِ نبی سے یہ مجھ کو سنوا دے
ہم اپنے کتوں میں تجھکو شمار کرتے ہیں

ملائکہ کو بھی ہیں کچھ فضیلتیں ہم پر
کہ پاس رہتے ہیں طوفِ مزار کرتے ہیں

جو خوش نصیب یہاں خاکِ در پہ بیٹھتے ہیں
جلوسِ مسندِ شاہی سے عار کرتے ہیں

ہمارے دل کی لگی بھی وہی بجھا دینگے
جو دم میں آگ کو باغ و بہار کرتے ہیں

اشارہ کردو تو بادِ خلاف کے جھونکے
ابھی ہمارے سفینے کو پار کرتے ہیں

تمہارے در کے گداؤں کی شان عالی ہے
وہ جسکو چاہتے ہیں تاجدار کرتے ہیں

گدا گدا ہے گدا تو کیا ہی چاہیے ادب
بڑے بڑے ترے در کا وقار کرتے ہیں

تمام خلق کو منظور ہے رضا جن کی
رضا حضور کی وہ اختیار کرتے ہیں

سنا کے وصفِ رخِ پاک عندلیب کو ہم
رہینِ آمدِ فصلِ بہار کرتے ہیں

ہوا خلاف ہو چکرائے ناؤ کیا غم ہے
وہ ایک آن میں بیڑے کو پار کرتے ہیں

اَنا لَہا سے وہ بازارکس میں پرساں ہیں
تسلیِ دلِ بے اختیار کرتے ہیں

بنائی پشت نہ کعبہ کی اُن کے گھر کی طرف
جنہیں خبر ہے وہ ایسا وقار کرتے ہیں

کبھی وہ تاجورانِ زمانہ کر نہ سکیں
جو کام آپکے خدمت گذار کرتے ہیں

ہوائے دامنِ جاناں کے جانفزا جھونکے
خزاں رسیدوں کو باغ بہار کرتے ہیں

سگانِ کوئے نبی کے نصیب پر قرباں
پڑے ہوئے سرِ راہ افتخار کرتے ہیں

کوئی یہ پوچھے مرے دل سے میری حسرت سے
کہ لوٹتے مال ہیں کیا غمگسار کرتے ہیں

وہ اُن کے در کے فقیروں سے کیوں نہیں کہتے
جو شکوہ ستمِ روزگار کرتے ہیں

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے
یہ چوبِ خشک کو بھی بیقرار کرتے ہیں

کسی بلا سے انہیں پہنچے کسطرح آسیب
جو تیرے نام سے اپنا حصار کرتے ہیں

یہ نرم دل ہیں وہ پیارے کہ سختیوں پر بھی
عدو کے حق میں دعا بار بار کرتے ہیں

کشودِ عقدۂ مشکل کی کیوں میں فکر کروں
یہ کام تو مرے طیبہ کے خار کرتے ہیں

زمینِ کوئے نبی کے جو بسے لیتے ہیں بوسے
فرشتگانِ فلک ان کو پیار کرتے ہیں

تمہارے در پہ گدا بھی ہیں ہاتھ پھیلائے
تمہیں سے عرضِ دعا شہریار کرتے ہیں

کسے ہے دیدِ جمالِ خدا پسند کی تاب
وہ پورے جلوے کہاں آشکار کرتے ہیں

ہمارے نخلِ تمنا کو بھی وہ پھل دینگے
درختِ خشک کو جو بار دار کرتے ہیں

پڑے ہیں خوابِ تغافل میں ہم مگر مولے
طرح طرح سے ہمیں ہوشیار کرتے ہیں

سُنا نہ مرتے ہوئے آجتک کسی نے اُنہیں
جو اپنے جان و دل اُن پر نثار کرتے ہیں

اُنہیں کا جلوہ سرِ بزم دیکھتے ہیں پتنگ
اُنہیں کی یاد چمن میں ہزار کرتے ہیں

مرے کریم نہ آہو کو قید دیکھ سکے
عبث اسیرِ الم انتشار کرتے ہیں

جو ذرّے آتے ہیں پائے حضور کے نیچے
چمک کے مہر کو وہ شرمسار کرتے ہیں

جو موئے پاک کو رکھتے ہیں اپنی ٹوپی میں
شجاعتیں وہ دمِ کارزار کرتے ہیں

جدھر وہ آتے ہیں اب آئیں دل ہوں بار ہیں
مہک سے گیسوؤں کی مشکبار کرتے ہیں

حسن کی جان ہو اس وسعتِ کرم پہ نثار
کہ اِک جہان کو اُمیدوار کرتے ہیں

منقبت حضور اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سُن لو میری التجا اچھے میاں
میں تصدق میں فدا اچھے میاں

اب کمی کیا ہے خدا دے بندہ لے
میں گدا تم بادشا اچھے میاں

دین و دنیا میں بہت اچھا رہا
جو تمہارا ہو گیا اچھے میاں

اِس بُرے کو آپ اچھا کیجیئے
آپ اچھے ہیں مَیں بُرا اچھے میاں

ایسے اچھے کا بُرا ہوں مَیں بُرا۔
جن کو اچھوں نے کہا اچھے میاں

میں حوالے کر چکا ہوں آپ کے
اپنا سب اچھا بُرا اچھے میاں

آپ جانیں مجھ کو اس کی فکر کیا
مَیں بُرا ہوں یا بھلا اچھے میاں

مجھ بُرے کے کیسے اچھے ہیں نصیب
میں بُرا ہوں آپ کا اچھے میاں

اپنے منگتا کو بُلا کر بھیک دی۔
اَے میں قربانِ عطا اچھے میاں

مشکلیں آسان فرما دیجئے — اے مرے مشکل کشا اچھے میاں
میری جھولی بھر دو دستِ فیض سے — حاضرِ در ہے گدا اچھے میاں
دم قدم کی خیر منگتا ہوں ترا — دم قدم کی خیر لا اچھے میاں
جاں بلب ہوں دردِ عصیاں سے حضور — جاں بلب کو دو شفا اچھے میاں
دشمنوں کی ہے چڑھائی الغیاث — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نفسِ سرکش درپئے آزار ہے — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
شام ہے نزدیک صحرا ہولناک — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نزع کی تکلیف اغوائے عدو — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
وہ سوالِ قبر وہ شکلیں مہیب — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پرسشِ اعمال اور مجھ سا اثیم — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بارِ عصیاں سر پہ رعشہ پاؤں میں — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خالی ہاتھ آیا بھرے بازار میں — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
مجرمِ ناکارہ و دیوانِ عدل — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پوچھتے ہیں کیا کہا تھا کیا کیا — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پاشکستہ اور عبورِ پلصراط — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خائن و خاطی سے لیتے ہیں حساب — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بھول جاؤں میں نہ سیدھی راہ کو — میرے اچھے رہنما اچھے میاں
تم مجھے اپنا بنا لو بہرِ غوث — میں تمہارا ہو چکا اچھے میاں
کون دے مجھ کو مرادیں آپ دیں — میں ہوں کس کا آپ کا اچھے میاں
یہ گھٹائیں غم کی یہ روزِ سیاہ — مہر فرما مہ لقا اچھے میاں
احمدِ نوری کا صدقہ ہر جگہ — منہ اجالا ہو مرا اچھے میاں
آنکھ نیچی دونوں عالم میں نہ ہو — بول بالا ہو مرا اچھے میاں
میرے بھائی جن کو کہتے ہیں رضا — جو ہیں اس در کے گدا اچھے میاں
ان کی منہ مانگی مرادیں ہوں حصول — آپ فرمائیں عطا اچھے میاں
عمر بھر ہیں ان کے سایہ میں رہوں — ان پہ سایہ آپ کا اچھے میاں

مجھ کو میرے بھائیوں کو حشر تک
ہو نہ غم کا سامنا اچھے میاں

مجھ پہ میرے بھائیوں پر ہر گھڑی
ہو کرم سرکار کا اچھے میاں

مجھ سے میرے بھائیوں سے دور ہو
دُکھ مرض ہر قسم کا اچھے میاں

میری میرے بھائیوں کی حاجتیں
فضل سے کیجے روا اچھے میاں

ہم غلاموں کے جو ہیں لختِ جگر
خوش رہیں سب دائما اچھے میاں

پنجتن کا سایہ پانچوں پر رہے
اور ہو فضلِ خدا اچھے میاں

سب عزیزوں سب قریبوں پر رہے
سایۂ فضل و عطا اچھے میاں

غوثِ اعظم قطبِ عالم کے لئے
رد نہ ہو میری دُعا اچھے میاں

ہو حسن سرکارِ والا کا حسن
کیجئے ایسی عطا اچھے میاں

ردیف واؤ

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

خاک پامال غریبوں کو نہ کیوں زندہ کرے
جس کے دامن کی ہوا بادِ مسیحائی ہو

اُس کی قسمت پہ فدا تختِ شہی کی راحت
خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

تاج والوں کی یہ خواہش ہے کہ اُن کے در پر
ہم کو حاصل شرفِ ناصیہ فرسائی ہو

اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

کیوں کرے بزمِ شبستانِ جناں کی خواہش
جلوۂ یار جو شمعِ شبِ تنہائی ہو

خلعتِ مغفرت اس کے لیے رحمت لائے
جس نے خاکِ درِ شاہ جائے کفن پائی ہو

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہو

ذکرِ خدام نہیں مجھ کو بتادیں دشمن
کوئی نعمت بھی کسی اور سے گر پائی ہو

جب اُٹھے دستِ اجل سے مری ہستی کا حجاب
کاش اِس پردہ کے اندر تری زیبائی ہو

دیکھیں جاں بخشیِ لب کو تو کہیں خضر و مسیح | کیوں مرے کوئی اگر ایسی مسیحائی ہو
کبھی ایسا نہ ہوا اُن کے کرم کے صدقے | ہاتھ کے پھیلنے سے پہلے نہ بھیک آئی ہو

بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسن کی آنکھیں
اُس کی نظروں میں ترا جلوۂ زیبائی ہو

اے راحتِ جاں جو ترے قدموں سے لگا ہو | کیوں خاک بسر صورتِ نقشِ کفِ پا ہو
ایسا نہ کوئی ہے نہ کوئی ہو نہ ہوا ہو | سایہ بھی تو اک مثل ہے پھر کیوں نہ جدا ہو
اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے | اُسکا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو
دل سب سے اُٹھا کر جو پڑا ہو ترے در پر | اُفتادِ دو عالم سے تعلق اُسے کیا ہو
اُس ہاتھ سے دلِ سوختہ جانوں کے ہرے کر | جس سے رطبِ سوختہ کی نشو و نما ہو
ہر سانس سے نکلے گُلِ فردوس کی خوشبو | گر عکس فگن دل میں وہ نقشِ کفِ پا ہو
اُس در کی طرف اسلئے میزاب کا مُنہ ہے | وہ قبلۂ کونین ہے یہ قبلہ نما ہو
بے چین رکھے مجھ کو ترا دردِ محبت | مِٹ جائے وہ دل پھر جسے ارمانِ دوا ہو
یہ میری سمجھ میں کبھی آ ہی نہیں سکتا | ایمان مجھے پھیرنے کو تُو نے دیا ہو
اُس گھر سے عیاں نُورِ الٰہی ہو ہمیشہ | تم جس میں گھڑی بھر کیلئے جلوہ نما ہو
مقبول ہیں ابرو کے اشارہ سے دُعائیں | کب تیرِ کماندارِ نبوت کا خطا ہو
ہو سلسلۂ الفت کا جسے زلفِ نبی سے | اُلجھے نہ کوئی کام نہ پابندِ بلا ہو

شکر ایک کرم کا بھی ادا ہو نہیں سکتا
دل اُن پہ فدا جانِ حسن اُن پہ فدا ہو

دیگر

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو | اللہ کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو
یہ کیوں کہوں مجھ کو یہ عطا ہو یہ عطا ہو | وہ دو کہ ہمیشہ مرے گھر بھر کا بھلا ہو
جس بات میں مشہورِ جہاں ہے لبِ عیسیٰ | اے جانِ جہاں وہ تری ٹھوکر سے ادا ہو
ٹوٹے ہوئے دم جوش پہ طوفانِ معاصی | دامن نہ ملے اُن کا تو کیا جانئے کیا ہو
یوں جھک کے ملے ہم سے کمینوں سے وہ جس کو | اللہ نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہو

مٹی نہ ہو برباد پس مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری مدینہ کی ہوا ہو

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھا دے
جس کو مرے سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبیں پر
جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو

ہر وقت کرم بندہ نوازی پہ تُلا ہے
کچھ کام نہیں اس سے بُرا ہو کہ بھلا ہو

ستو جا سے گنہگار کا ہو رشتۂ [illegible] پاک
پردہ نہ کھلے گو نہ رہے دامن سے بندھا ہو

ابرار نکوکار خدا کے ہیں خدا کے
ان کا ہے وہ ان کا ہے جو بد ہو جو بُرا ہو

اے نفس انہیں رنج دیا اپنی بدی سے
کیا قہر کیا تو نے ارے تیرا بُرا ہو

اللہ یونہی عمر گزر جائے گدا کی
سر خم ہو درِ پاک پہ اور ہاتھ اُٹھا ہو

شاباش حسن اور چمکتی سی غزل پڑھ
دل کھول کر آئینۂ ایماں کی جلا ہو

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینہ پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

کیوں اپنی گلی میں وہ روادارِ صدا ہو
جو بھیک لئے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

گر وقتِ اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو

ہمسایۂ رحمت ہے ترا سایۂ دیوار
رتبہ سے تنزل کرے تو ظلِ ہما ہو

موقوف نہیں صبحِ قیامت ہی پہ یہ عرض
جب آنکھ کھلے سامنے تو جلوہ نما ہو

دے اس کو دمِ نزع اگر حور بھی ساغر
منہ پھیر لے جو تشنۂ دیدار ترا ہو

فردوس کے باغوں سے ادھر مل نہیں سکتا
جو کوئی مدینہ کے بیاباں میں گما ہو

دیکھا انہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا
آزاد ہے جو آپ کے دامن سے بندھا ہو

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

ویراں ہوں جب آباد مکاں صبحِ قیامت
اُجڑا ہوا دل آپ کے جلووں سے بسا ہو

ڈھونڈا ہی کریں صدرِ قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

جب دینے کو بھیک آئے سرِ کوئے گدایاں
لب پر یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو

جھک کر انہیں ملنا ہو ہر اک خاک نشیں سے
کس واسطے نیچا نہ وہ دامانِ قبا ہو

تم کو تو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت
ہے ترکِ ادب ورنہ کہیں ہم پہ فدا ہو

دے ڈالیئے اپنے لبِ جاں بخش کا صدقہ
اے چارۂ دل دردِ حسن کی بھی دوا ہو

ردیف ہائے ہوز

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ ‌— کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ
مبارک رہے عندلیبو تمہیں گل — ہمیں گل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ
بنا شہ نشیں خسروِ دوجہاں کا — بیاں کیا ہو عز و وقارِ مدینہ
مری خاک یارب نہ برباد جائے — پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ
کبھی تو معاصی کے خرمن میں یارب — لگے آتشِ لالہ زارِ مدینہ
رگِ گل کی جب نازکی دیکھتا ہوں — مجھے یاد آتے ہیں خارِ مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی — شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ
جدھر دیکھیئے باغِ جنت کھلا ہے — نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ
رہیں اُن کے جلوے بسیں اُنکے جلوے — مرا دل بنے یادگارِ مدینہ
حرم ہے اُسے ساحتِ ہر دو عالم — جو دل ہو چکا ہے شکارِ مدینہ
دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا — ہمیں اک نہیں ریزہ خوارِ مدینہ
بنا آسماں منزلِ ابن مریم — گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ
مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے — خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیا کو
وہی ہیں حسن افتخارِ مدینہ

ردیف یائے تحتانی

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے — اُٹھا لیجائے تھوڑی خاک اُنکے آستانے سے
تمہارے در کے ٹکڑوں سے پڑا پلتا ہے اک عالم — گزارا سب کا ہوتا ہے اِسی محتاج خانے سے
شبِ اسرا کے دولھا پر نچھاور ہونے والی تھی — نہیں تو کیا غرض تھی اِتنی جانوں کے بنانے سے
کوئی فردوس ہو یا خلد ہو ہم کو غرض مطلب — لگایا اب تو بستر آپ ہی کے آستانے سے

نہ کیوں اُن کی طرف اللہ سَو سَو پیار سے دیکھے
جو اپنی آنکھیں ملتے ہیں تمہارے آستانے سے

تمہارے تو وہ احساں اور یہ نافرمانیاں اپنی
ہمیں تو شرم سی آتی ہے تم کو مُنہ دکھانے سے

بہارِ خلد صدقے ہو رہی ہے روئے عاشق پر
کِھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مُسکرانے سے

زمیں تھوڑی سی دیدے بہرِ مدفن اپنے کوچہ میں
لگا دے میرے پیارے میری مٹی بھی ٹھکانے سے

پلٹتا ہے جو زائر اُس سے کہتا ہے نصیب اُسکا
ارے غافل قضا بہتر ہے یاں سے پھر کے جانے سے

بلا لو اپنے در پر اب تو ہم خانہ بدوشوں کو
پھریں کب تک ذلیل و خوار در در بے ٹھکانے سے

نہ پہنچے اُنکے قدموں تک کچھ حُسنِ عمل ہی سے
حسن کیا پوچھتے ہو ہم گئے گذرے زمانے سے

مبارک ہے وہ شہ پردہ سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

چکوروں سے کہو ماہِ دل آرا ہے چمکنے کو
خبر ذرّوں کو دو مہرِ منوّر آنے والا ہے

فقیروں سے کہو حاضر ہوں جو مانگینگے پائینگے
کہ سُلطانِ جہاں محتاج پرور آنے والا ہے

کہو پروانوں سے شمعِ ہدایت اب چمکتی ہے
خبر دو بلبلوں کو وہ گلِ تر آنے والا ہے

کہاں ہیں ٹوٹی امیدیں کہاں ہیں بے سہارے دل
کہ وہ فریادرس بیکس کا یاور آنے والا ہے

ٹھکانا بے ٹھکانوں کا سہارا بے سہاروں کا
غریبوں کی مدد بیکس کا یاور آنے والا ہے

بر آئیں گی مرادیں حسرتیں ہو جائیں گی پوری۔
کہ وہ مختارِ کُل عالم کا سرور آنے والا ہے

مبارک دردمندوں کو ہو مژدہ بیقراروں کو
قرارِ دل شکیبِ جانِ مضطر آنے والا ہے

گنہگارو نہ ہو مایوس تم اپنی رہائی سے
مدد کو وہ شفیعِ روزِ محشر آنے والا ہے

جُھکا لائے نہ کیوں تاروں کو شوقِ جلوۂ عارض
کہ وہ ماہِ دل آرا اب زمیں پر آنے والا ہے

کہاں ہیں بادشاہانِ جہاں آئیں سلامی کو
کہ اب فرمانروائے ہفت کشور آنے والا ہے

سلاطینِ زمانہ جس کے در پر بھیک مانگینگے۔
فقیروں کو مبارک وہ تونگر آنے والا ہے

یہ ساماں ہو رہے تھے مدّتوں سے جس کی آمد کے
وہی نوشاہ با صد شوکت و فر آنے والا ہے

وہ آتا ہے کہ ہے جس کا فدائی عالمِ بالا
وہ آتا ہے کہ دل عالم کا جس پر آنے والا ہے

نہ کیوں ذرّوں کو ہو فرحت کہ چمکا اخترِ قسمت
سحر ہوتی ہے خورشیدِ منوّر آنے والا ہے

حسن کہدے اُٹھیں سب اُمتی تعظیم کی خاطر
کہ اپنا پیشوا اپنا پیمبر آنے والا ہے ٭

جائے گی ہنستی ہوئی خلد میں اُمت اُن کی ۔
کب گوارا ہوئی اللہ کو رقت اُن کی

ابھی پھٹتے ہیں جگر ہم سے گنہگاروں کے
ٹوٹے دل کا جو سہارا ہے حمیت اُن کی

دیکھ آنکھیں نہ دکھا مہرِ قیامت ہم کو
جنکے سایہ میں ہیں ہم دیکھی ہے صورت اُن کی

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰے پہ نہیں موقوف
جس نے جو پایا ہے پایا ہے بدولت اُن کی

اُن کا کہنا نہ کریں جب بھی وہ چاہیں ہم کو
سرکشی اپنی تو یہ اور وہ چاہت اُن کی

پار ہو جائے گا اِک آن میں بیڑا اپنا
کام کر جائے گی محشر میں شفاعت اُن کی

حشر میں ہم سے گنہگار پریشان خاطر
عفوِ رحمٰن و رحیم اور شفاعت اُن کی

خاکِ در تیری جو چہروں پہ ملے پھرتے ہیں
کِس طرح بھائے نہ اللہ کو صورت اُن کی

عاصیو کیوں غمِ محشر میں مرے جاتے ہو ۔
سُنتے ہیں بندہ نوازی تو ہے عادت اُن کی

جلوۂ شانِ الٰہی کی بہاریں دیکھو ۔
قَدْ رَاَ الْحَقّ کی ہے شرح زیارت اُن کی

باغِ جنت میں چلے جائینگے بے پُوچھے ہم
وقف ہے ہم سے مساکین پہ دولت اُن کی

یاد کرتے ہیں عدو کو بھی دُعا ہی سے وُہ
ساری دُنیا سے نرالی ہے یہ عادت اُن کی

ہم ہوں اور اُن کی گلی خلد میں واعظ ہی رہیں
اَے حسنؔ اُن کو مبارک رہے جنت اُن کی

ہم نے تقصیر کی عادت کرلی ۔
آپ اپنے پہ قیامت کرلی

میں چلا ہی تھا مجھے روک لیا ۔
میرے اللہ نے رحمت کرلی

ذکرِ شہ سُن کے ہوئے بزم میں محو ۔
ہم نے جلوت میں بھی خلوت کرلی

نارِ دوزخ سے بچایا مجھ کو
میرے پیارے بڑی رحمت کرلی

بال بیکا نہ ہُوا پھر اس کا
آپ نے جس کی حمایت کرلی

رکھ دیا سر قدمِ جاناں پر
اپنے بچنے کی یہ صورت کرلی

نعمتیں ہم کو کھلائیں اور آپ
جَو کی روٹی پہ قناعت کرلی

اُس سے فردوس کی صُورت پوچھو
جس نے طیبہ کی زیارت کرلی

شانِ رحمت کے تصدق جاؤں
مجھ سے عاصی کی حمایت کرلی

فاقہ مستوں کو شکم سیر کیا
آپ فاقہ پہ قناعت کرلی

اے حسنؔ کام کا کچھ کام کیا
یا یونہیں ختم پہ رخصت کرلی۔

کیا خدا داد آپ کی امداد ہے — اک نظر میں شاد ہر ناشاد ہے
مصطفےٰ تو بر سرِ امداد ہے — عفو تو کہہ تیرا کیا ارشاد ہے
بن پڑی ہے نفسِ کافر کیش کی — کھیل بگڑا تو خبر فریاد ہے
اسقدر ہم اُن کو بھولے ہائے ہائے — ہر گھڑی جنکو ہماری یاد ہے
نفسِ امّارہ کے ہاتھوں الحفیظ — داد ہے بیداد ہے فریاد ہے
پھر چلی بادِ مخالف لو خبر — ناؤ پھر چکرا گئی فریاد ہے
کھیل بگڑا ناؤ ٹوٹی میں چلا — اے مرے والی بچا فریاد ہے
رات اندھیری میں اکیلا یہ گھٹا — اے قمر ہو جلوہ گر فریاد ہے
عہد جو اُن سے کیا روزِ الست — کیوں دلِ غافل تجھے کچھ یاد ہے
میں ہوں میں ہوں اپنی اُمت کیلئے — کیا ہی پیارا پیارا یہ ارشاد ہے
وہ شفاعت کو چلے ہیں پیشِ حق — عاصیو تم کو مبارک باد ہے
کون سے دل میں نہیں یادِ حبیب — قلبِ مومن مصطفےٰ آباد ہے
جس کو اُس در کی غلامی مل گئی — وہ غمِ کونین سے آزاد ہے
جن کے ہم بندے وہی ٹھہرے شفیع — پھر دلِ بیتاب کیوں ناشاد ہے
اُس کے در پر گر کے پھر اُٹھا نہ جائے — جان و دل قُربان کیا اُفتاد ہے
یہ عبادت زاہدا بے حبِّ دوست — مُفت کی محنت ہی سب برباد ہے

ہمصفیروں سے ملیں کیونکر حسنؔ
سخت قید اور سنگدل صیاد ہے

آپ کے در کی عجب توقیر ہے — جو یہاں کی خاک ہے اکسیر ہے
کام جو اُن سے ہوا پورا ہوا — اُن کی جو تدبیر ہے تقدیر ہے
جس سے باتیں کیں اُنہیں کا ہوگیا — واہ کیا تقریر پُر تاثیر ہے
جو لگائے آنکھ میں محبوب ہو — خاکِ طیبہ سُرمۂ تسخیر ہے
صدرِ اقدس ہے خزینہ راز کا — سینہ کی تحریر میں تحریر ہے

ذرّہ ذرّہ سے ہے طالع نورِ شاہ | آفتابِ حُسن عالمگیر ہے
لطف کی بارش ہے سب شاداب ہیں | ابرِ جودِ شاہ عالمگیر ہے
مجرمو اُن کے قدم پر لوٹ جاؤ | بس رہائی کی یہی تدبیر ہے
یا نبی مشکل کُشائی کیجیئے | بندۂ دربیدل ودلگیر ہے
وہ سراپا لطف ہیں شانِ خدا | ن | وہ سراپا نور کی تصویر ہے
کان ہیں کانِ کرم جانِ کرم | آنکھ ہے یا چشمۂ تنویر ہے

جانے والے چل دیئے ہم رہ گئے
اپنی اپنی اے حسن تقدیر ہے

نہ مایوس ہو میرے دُکھ درد والے | درِ شہ پہ آ ہر مرض کی دوا لے
جو بیمارِ غم لے رہا ہو سنبھالے | وہ چاہے تو دم بھر میں اسکو سنبھالے
نہ کر اس طرح اے دلِ زار نالے | وہ ہیں سب کی فریاد کے سُننے والے
کوئی دم میں اب ڈوبتا ہے سفینہ | خدا را خبر میری اے نا خدا لے
سفر کر خیالِ رُخِ شہ میں اے جاں | مسافر نکل جا اُجالے اُجالے
تہیدست وسودائے بازارِ محشر | مری لاج رکھ لے مرے تاج والے
زہے شوکتِ آستانِ معلّٰے | یہاں سر جھکاتے ہیں سب تاج والے
سوا تیرے اے ناخدائے غریباں | وہ ہے کون جو ڈوبتوں کو نکالے
یہی عرض کرتے ہیں شیرانِ عالم | کہ تو اپنے کُتّوں کو کُتّا بنالے
جسے اپنی مشکل ہو آسان کرنی | فقیرانِ طیبہ سے آ کر دعا لے
خدا کا کرم دستگیری کو آئے | ترا نام لے لیں اگر گرنے والے
درِ شہ پہ اے دل مرادیں ملیں گی | یہاں بیٹھ کر ہاتھ سب سے اٹھالے
گھرا ہوں میں عصیاں کی تاریکیوں میں | خبر میری اے میرے بدرالدجیٰ لے
فقیروں کو ملتا ہے بے مانگے سب کچھ | یہاں جانتے ہی نہیں ٹالے بالے
لگائے ہیں پیوند کپڑوں میں اپنے | اُڑھائے فقیروں کو تم نے دوشالے
مٹا کفر کو دین چمکا دے اپنا | بنیں مسجدیں ٹوٹ جائیں شوالے
جو پیشِ صنم سر جھکاتے تھے اپنا | بنے تیری رحمت سے اللہ والے

نگاہے ز چشمِ کرم بر حسنؔ کن - بگو بیت ر سیا رست آشفتہ حالے

نہیں وہ صدمہ یہ دل کو کس کا خیالِ رحمت تھپک رہا ہے
کہ آج رُک رُک کے خونِ دل کچھ مری مژہ سے ٹپک رہا ہے

لیا نہ ہو جس نے اس کا صدقہ ملا نہ ہو جس کو اُن کا باڑا
نہ کوئی ایسا بشر ہے باقی نہ کوئی ایسا مَلَک رہا ہے

کیا ہے حق نے کریم تم کو اِدھر بھی للہ نگاہ کر لو
کہ دیر سے بے نوا تمہارا تمہارے ہاتھوں کو تک رہا ہے

ہے کس کے گیسوئے مشکبو کی شمیم عنبر فشانیوں پر
کہ جائے نغمہ صفیرِ بلبل سے مشک اذفر ٹپک رہا ہے

یہ کس کے روئے نکو کے جلوے زمانے کو کر رہے ہیں روشن
یہ کس کے گیسوئے مشکبو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے

حسنؔ عجب کیا جو اُن کے رنگِ ملیح کی نہ ہے پیرہن پر
کہ رنگ پُر نور مہرِ گردوں کئی فلک سے چھلک رہا ہے

مرادیں مِل رہی ہیں شاد شاد اُن کا سوالی ہے
لبوں پر التجا ہے ہاتھ میں روضہ کی جالی ہے

تری صورت تری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تری ہر ہر ادا پیارے دلیلِ بے مثالی ہے

بشر ہو یا ملک جو ہے ترے در کا سوالی ہے
تری سرکار والا ہے ترا دربار عالی ہے

وہ جگ داتا ہو تم سنسار باڑے کا سوالی ہے
دیا کرنا کہ اس منگتا نے بھی گدڑی بچھالی ہے

منور دل نہیں فیضِ قدوم شہ سے روضہ ہے
مشبک سینۂ عاشق نہیں روضہ کی جالی ہے

تمہارا قامتِ یکتا ہے اِکّا بزمِ وحدت کا
تمہاری ذات بے ہمتا مثالِ بے مثالی ہے

فروغِ اخترِ بدر آفتابِ جلوۂ عارض
ضیائے طالعِ بدر اُن کا ابروئے ہلالی ہے

وہ ہیں اللہ والے جو تجھے والی کہیں اپنا
کہ تو اللہ والا ہے ترا اللہ والی ہے

سہارے نے ترے گیسو کے پھیرا ہے بلاؤں کو
اشارے نے ترے ابرو کے آئی سخت ٹالی ہے

نگہ نے تیر رحمت کے دلِ ہٹ سے کھینچے ہیں
غمزہ نے پھانس حسرت کی کلیجہ سے نکالی ہے

فقیرو بے نواؤ اپنی اپنی جھولیاں بھر لو
کہ باڑا بٹ رہا ہے فیض پر سرکار عالی ہے

تجھی کو خلعتِ یکتائی عالم ملا حق سے
ترے ہی جسم پر موزوں قبائے بے مثالی ہے

نکالا کب کسی کو بزمِ فیضِ عام سے تم نے
نکالی ہو تو آنے والوں کی حسرت نکالی ہے

بڑھے کیونکر نہ پھر شکلِ ہلالِ اسلام کی رونق
ہلالِ آسمانِ دیں تری تیغِ ہلالی ہے

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ اُن کی شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

خدا شاہد کہ روزِ حشر کا کھٹکا نہیں رہتا
مجھے جب یاد آتا ہے کہ میرا کون والی ہے

اُتر سکتی نہیں تصویر بھی حسنِ سراپا کی
کچھ اس درجہ ترقی پر تمہاری بے مثالی ہے

نہیں محشر میں جسکو دسترس آقا کے دامن تک
بھرے بازار میں اُس بے نوا کا ہاتھ خالی ہے

نہ کیوں ہو اتحادِ منزلت مکہ مدینہ میں
وہ بستی ہے نبی والی تو یہ اللہ والی ہے

شرف مکہ کی بستی کو ملا طیبہ کی بستی سے
نبی والی ہی کے صدقہ میں وہ اللہ والی ہے

وہی والی وہی آقا وہی وارث وہی مولےٰ
میں اُن کے صدقے جاؤں اور میرا کون والی ہے

گنہگار اے جانِ عیسیٰ سُن لو اپنے خستہ حالوں کی
مرض نے دردمندوں کی غضب میں جان ڈالی ہے

مُرادوں سے تمہیں بھر دوگے دل نامرادوں کے
غریبوں بیکسوں کا اور پیارے کون والی ہے

ہمیشہ تم کرم کرتے رہو بگڑے حال والوں پر
بگڑ کر میری حالت نے مری بگڑی بنالی ہے

تمہارے در تمہارے آستاں سے میں کہاں جاؤں
نہ مجھ سا کوئی بیکس ہے نہ تم سا کوئی والی ہے

حسن کا درد دکھ موقوف فرما کر بحالی دو
تمہارے ہاتھ میں دُنیا کی موقوفی بحالی ہے

کرے چارہ سازی زیارت کسی کی
بھرے زخم دل کے ملاحت کسی کی

چمک کر یہ کہتی ہے طلعت کسی کی
کہ دیدارِ حق ہے زیارت کسی کی

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

عجب پیاری پیاری ہے صورت کسی کی
ہمیں کیا خدا کو ہے اُلفت کسی کی

ابھی پار ہوں ڈوبنے والے بیڑے
سہارا لگا دے جو رحمت کسی کی

کسی کو کسی سے ہوئی ہے نہ ہوگی
خدا کو ہے جتنی محبت کسی کی

دمِ حشر عاصی مزے لے رہے ہیں
شفاعت کسی کی ہے رحمت کسی کی

رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم
رہے دل میں ہر دم محبت کسی کی

ترا قبضہ کونین و مافیہا پر
ہوئی ہے نہ ہو یوں حکومت کسی کی

خدا کا دیا ہے ترے پاس سب کچھ
ترے ہوتے کیا ہم کو حاجت کسی کی

زمانہ کی دولت نہیں پاس پھر بھی
زمانہ میں بٹتی ہے دولت کسی کی

نہ پہنچیں کبھی عقلِ کُل کے فرشتے
خدا جانتا ہے حقیقت کسی کی

ہمارا بھروسہ ہمارا سہارا
شفاعت کسی کی حمایت کسی کی

قمر اک اشارے میں دو ٹکڑے دیکھا
زمانہ پہ روشن ہے طاقت کسی کی

ہمیں ہیں کسی کی شفاعت کی خاطر
ہماری ہی خاطر شفاعت کسی کی

مصیبت زدو شاد ہو تم کہ اُن سے
نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی

نہ پہنچیں گے جبتک گنہگار اُن کے
نہ جائے گی جنت میں اُمت کسی کی

ہم ایسے گنہگار ہیں زہد والو
ہماری مدد پر ہے رحمت کسی کی

مدینہ کا جنگل ہو اور ہم ہوں ترا ہر
نہیں چاہیے ہم کو جنت کسی کی

ہزاروں ہوں خورشید محشر تو غم کیا
یہاں سایہ گستر ہے رحمت کسی کی

بھرے جائیں گے خلد میں اہلِ عصیاں
نہ جائے گی خالی شفاعت کسی کی

وُہی سب کے مالک اُنہیں کا ہے سب کچھ
نہ عاصی کسی کے نہ جنت کسی کی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ پر تصدق
سب اونچوں سے اونچی ہے رفعت کسی کی

اُڑنے لگے مَا رَمَيْتَ يَدُ الله
چڑھی ایسی زوروں پہ طاقت کسی کی

گدا خوش ہوں خَيْرٌ لَّكَ کی صدا ہے
کہ دن دونی ہو بڑھتی دولت کسی کی

فَتَرْضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

خدا سے دُعا ہے کہ ہنگامِ رُخصت
زبانِ حسن پر ہو مدحت کسی کی

جاں سے تنگ ہیں قیدی غمِ تنہائی کے
صدقے جاؤں میں تری انجمن آرائی کے

بزم آرا ہوں اُجالے تری زیبائی کے
کب سے مشتاق ہیں آئینے خود آرائی کے

ہو غبارِ درِ محبوب کہ گردِ رہِ دوست
جزوِ اعظم ہیں یہی سُرمہ بینائی کے

خاک ہو جائے اگر تیری تمناؤں میں
کیوں ملیں خاک میں ارمان تمنائی کے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے چمکتے خورشید
لامکاں تک ہیں اُجالے تری زیبائی کے

دلِ مشتاق میں ارمان لقا آنکھیں بند
قابلِ دید ہیں انداز تمنائی کے

لبِ جاں بخش کی کیا بات ہے سبحان اللہ
تم نے زندہ کئے اعجاز مسیحائی کے

اپنے دامن میں چھپائیں وہ مرے عیبوں کو
اے زہے بخت مری ذلت و رسوائی کے

دیکھنے والے خدا کے ہیں خدا شاہد ہے
دیکھنے والے ترے جلوۂ زیبائی کے

جب غبارِ رہِ محبوب نے عزت بخشی
آئنے صاف ہوئے عینکِ بینائی کے

بار سر پر ہے نقاہت سے گرا جاتا ہوں
صدقے جاؤں ترے بازو کی توانائی کے

ق

عالم الغیب نے ہر غیب سے آگاہ کیا
صدقے اس شان کی بینائی و دانائی کے

دیکھنے والے ہو تم رات کی تاریکی میں
کان میں سمع کے اور آنکھ میں بینائی کے

غیبی نطفے ہیں وہ بے علم جنم کے اندھے
جن کو انکار ہیں اس علم و شناسائی کے

اے حسن کعبہ ہی افضل سہی اس در سے مگر
ہم تو خوگر ہیں یہاں ناصیہ فرسائی کے

دیگر

پردے جس وقت اٹھیں جلوۂ زیبائی کے
وہ نگہبان رہیں چشم تمنائی کے

دھوم ہے فرش سے تا عرش تری شوکت کی
خطبے ہوتے ہیں جہانبانی و دارائی کے

حسن رنگینی و طلعت سے تمہارے جلوے
گل و آئینہ بنے محفل زیبائی کے

ذرّۂ دشتِ مدینے کی ضیا مہر کرے
اچھی ساعت سے پھریں دن شبِ تنہائی کے

پیارے سے لئے آغوش میں سر رحمت نے
پائے انعام ترے در کی جبیں سائی کے

لاشِ احباب اسی در پہ پڑی رہنے دیں
کچھ تو ارمان نکل جائیں جبیں سائی کے

جلوہ گر ہو جو کبھی چشم تمنائی میں
پردے آنکھوں کے ہوں پٹے تری زیبائی کے

خاک پامال ہماری بھی پڑی ہے سرِ راہ
صدقے اے روح رواں تیری مسیحائی کے

کیوں نہ وہ ٹوٹے دلوں کے کھنڈر آباد کریں
کہ دکھاتے ہیں کمال انجمن آرائی کے

زینتوں سے ہے حسینانِ جہاں کی زینت
زینتیں پاتی ہیں صدقے تری زیبائی کے

نامِ آقا ہوا جو لب سے غلاموں کے بلند
بالا بالا گئے غم آفتِ بالائی کے

عرش پر کعبہ و فردوس و دلِ مومن ہیں
شمع افروز ہیں آئے تری یکتائی کے

ترے محتاج نے پایا ہے وہ شاہانہ مزاج
اُس کی گدڑی کو بھی پیوند ہوں دارائی کے

اپنے ذرّوں کے سیہ خانوں کو روشن کردو
مہر ہو تم فلکِ انجمن آرائی کے

پورے سرکار سے چھوٹے بڑے ارماں ہوں سب
اے حسنؔ میرے مرے چھوٹے بڑے بھائی کے

دمِ اضطراب مجھ کو جو خیالِ یار آئے
مرے دل میں چین آئے تو اُسے قرار آئے

تری وحشتوں سے اے دل مجھے کیوں نہ عار آئے
تو اُنہیں سے دور بھاگے جنہیں تجھ پہ پیار آئے

مرے دل کو دردِ اُلفت وہ سکون دے الٰہی
مری بے قراریوں کو نہ کبھی قرار آئے

مجھے نزع چین بخشے مجھے موت زندگی دے
وہ اگر مرے سرہانے دمِ احتضار آئے

سبب وفورِ رحمت مری بے زبانیاں ہیں
نہ فغاں کے ڈھنگ جانوں نہ مجھے پکار آئے

کھلیں پھول اس پھبن کے کھلیں بخت ہر چمن کے
مرے گل پہ صدقے ہو کر جو کبھی بہار آئے

نہ حبیب سے محبت کا کہیں ایسا پیار دیکھا
وہ بنے خدا کا پیارا تمہیں جس پہ پیار آئے

مجھے کیا الم ہو غم کا مجھے کیا ہو غم الم کا
کہ علاج غم الم کا مرے غمگسار آئے

جو امیر و بادشا ہیں اسی در کے سب گدا ہیں
تمہیں شہریار آئے تمہیں تاجدار آئے

جو چمن بنائے بن کو جو جناں کرے چمن کو
مرے باغ میں الٰہی کبھی وہ بہار آئے

یہ کریم ہیں وہ سرور کہ لکھا ہوا ہے در پر
جسے لینے ہوں دو عالم وہ امیدوار آئے

ترے صدقے جائے شاہا یہ ترا ذلیل منگتا
ترے در پہ بھیک لینے سبھی شہریار آئے

چمک اُٹھے خاکِ تیرہ بنے مہر ذرّہ ذرّہ
مرے چاند کی سواری جو سرِ مزار آئے

نہ رکے اے ذلیل و رسوا درِ شہریار پر آ
کہ یہ وہ نہیں ہیں حاشا جنہیں تجھ سے عار آئے

تری رحمتوں سے کم ہیں مرے جرم اس سے زائد
نہ مجھے حساب آئے نہ مجھے شمار آئے

گلِ خلد لے کے زاہد تمہیں خارِ طیبہ دیدوں
مرے پھول تجھ کو دے کے بڑے ہوشیار آئے

بنے ذرّہ ذرّہ گلشن تو ہو خار خار گلبن
جو ہمارے اُجڑے بن میں کبھی وہ نگار آئے

ترے صدقے تیرا صدقہ ہے وہ شاندار صدقہ
وہ وقار لیکے جائے جو ذلیل و خوار آئے

ترے در کے ہیں بھکاری ملے خیر دم قدم کی
ترا نام سُن کے داتا ہم امیدوار آئے

حسنؔ اُن کا نام لے کر تو پکار دیکھ غم میں ۔
کہ یہ وہ نہیں جو غافل پسِ انتظار آئے ۔

تم ہو حسرت نکالنے والے — نامرادوں کے پالنے والے
میرے دشمن کو غم ہو بگڑی کا — آپ ہیں جب سنبھالنے والے
تم سے منہ مانگی آس ملتی ہے — اور ہوتے ہیں ٹالنے والے
لبِ جاں بخش سے جِلا دل کو — جان مُردے میں ڈالنے والے
دستِ اقدس بجھائے پیاس مری — میرے چشمے اُبالنے والے
ہیں ترے آستاں کے خاک نشیں — تخت پر خاک ڈالنے والے
روزِ محشر بنا دے بات مری — ڈھلی بگڑی سنبھالنے والے
بھیک دے بھیک اپنے منگتا کو — اے غریبوں کے پالنے والے
ختم کر دی ہے اُن پہ موزونی — واہ سانچے میں ڈھالنے والے
اُن کا بچپن بھی ہے جہاں پرور — کہ وہ جب بھی تھے پالنے والے
پار کر ناؤ ہم غریبوں کی — ڈوبتوں کے نکالنے والے
خاکِ طیبہ میں بے نشاں ہو جا — ارے او نام اچھالنے والے
کام کے ہوں کہ ہم نکمے ہوں — وہ سبھی کے ہیں پالنے والے
زنگ سے پاک صاف کر دل کو — اندھے شیشے اُجالنے والے

خارِ غم کا حسن کو کھٹکا ہے
دل سے کانٹا نکالنے والے

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری — فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
جھولیاں کھولے بے سمجھے نہیں دوڑے آئے — ہمیں معلوم ہے دولت تری عادت تیری
تو ہی ہے مُلکِ خدا مِلکِ خدا کا مالک — راج تیرا ہے زمانہ میں حکومت تیری
تیرے انداز یہ کہتے ہیں کہ خالق کو تری — سب حسینوں میں پسند آئی ہے صورت تیری
اس نے حق دیکھ لیا جس نے اِدھر دیکھ لیا — کہہ رہی ہے یہ چمکتی ہوئی طلعت تیری۔
بزمِ محشر کا نہ کیوں جائے بلاوا سب کو — کہ زمانہ کو دکھانی ہے وجاہت تیری
عالمِ روح پہ ہے عالمِ اجسام کو ناز — چوکھٹے میں ہے عناصر کے جو صورت تیری
جن کے سر میں ہے ہوا دشتِ نبی کی رضواں — ان کے قدموں سے لگی پھرتی ہے جنت تیری
تو وہ محبوب ہے اے راحتِ جاں دل کیسے — ہیزمِ خشک کو تڑپا گئی فرقت تیری

مہ و خورشید سے دن رات ضیا پاتے ہیں
مہ و خورشید کو چمکاتی ہے طلعت تیری

گٹھڑیاں بندھ گئیں پہ ہاتھ ترا بندھ نہیں
بھر گئے دل نہ بھری دینے سے نیت تیری

موت آجائے مگر آئے نہ دل کو آرام -
دم نکل جائے مگر نکلے نہ اُلفت تیری

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ:
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

مجمع حشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے
ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری

نہ ابھی عرصۂ محشر نہ حسابِ اُمت
آج ہی سے ہے کمر بستہ حمایت تیری

تو کچھ ایسا ہے کہ محشر کی مصیبت والے
درد دُکھ بھول گئے دیکھ کے صورت تیری

ٹوپیاں تھام کے گر عرش بریں پر دیکھیں
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

حُسن ہے جس کا نمک خوار وہ عالم تیرا
جس کو اللہ کرے پیار وہ صورت تیری

دونوں عالم کے سب ارمان نکالے تو نے
نکلی اس شانِ کرم پر بھی نہ حسرت تیری

چین پائیں گے تڑپتے ہوئے دل محشر میں
غم کسے یاد رہے دیکھ کے صورت تیری

ہم نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن -
تُو ہے انکا تو حسن تیری ہے جنت تیری

باغِ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینہ پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے

اُن کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
اُن کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے

سنگریزوں نے حیاتِ ابدی پائی ہے
ناخنوں میں ترے اعجازِ مسیحائی ہے

سرِ بالیں انھیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

جانِ گفتار تو رفتار ہوئی روحِ رواں
دم قدم سے ترے اعجاز مسیحائی ہے

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حُسن و جمال
اے حسیں تیری ادا اُسکو پسند آئی ہے

تیرے جلووں میں یہ عالم ہے کہ چشمِ عالم
تابِ دیدار نہیں پھر بھی تماشائی ہے

جب تری یاد میں دُنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دُلھن بن کے قضا آئی ہے

سر سے پا تک تری صورت پہ تصدق ہو جمال
اُسکو موزونیٔ اعضا یہ پسند آئی ہے

تیرے قدموں کا تبرک یدِ بیضائے کلیم
تیرے ہاتھوں کا دیا فضلِ مسیحائی ہے

دردِ دل کس کو سناؤں میں تمہارے ہوتے
بیکسوں کی اسی سرکار میں سنوائی ہے

آپ آئے تو منور ہوئیں اندھی آنکھیں
آپ کی خاکِ قدم سرمۂ بینائی ہے

ناتوانی کا الم ہم ضُعفا کو کیا ہو
ہاتھ پکڑے ہوئے مولا کی توانائی ہے

جان دی تو نے مسیحا و مسیحائی کو
تو ہی تو جان مسیحا و مسیحائی ہے

چشمِ بیخواب کے صدقے میں ہیں بیدار نصیب
آپ جاگے تو ہمیں چین کی نیند آئی ہے

باغِ فردوس کھلا فرش بچھا عرش سجا
اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے

کھیت سرسبز ہوئے پھول کھلے میل دُھلے
اور پھر فضل کی گھنگور گھٹا چھائی ہے

ہاتھ پھیلائے ہوئے دوڑ پڑے ہیں منگتا
میرے داتا کی سواری سرِ حشر آئی ہے

نا امیدو تمہیں مژدہ کہ خدا کی رحمت
اُنہیں محشر میں تمہارے ہی لیئے لائی ہے

فرش سے عرش تک اِک دھوم ہے اللہ اللہ
اور ابھی سینکڑوں پردوں میں وہ زیبائی ہے

اے حسنؔ حسنِ جہاں تاب کے صدقے جاؤں
ذرّے ذرّے سے عیاں جلوۂ زیبائی ہے

حاضریٔ حرمین طیبین

حضورِ کعبہ حاضر ہیں حرم کی خاک پر سر ہے
بڑی سرکار میں پہنچے مقدر یاوری پر ہے

نہ ہم آنے کے لائق تھے نہ مُنہ قابل دکھانے کے
مگر اُن کا کرم ذرہ نواز و بندہ پرور ہے

خبر کیا ہے بھکاری کیسی کیسی نعمتیں پائیں
یہ اونچا گھر ہے اِسکی بھیک اندازہ سی باہر ہے

تصدّق ہو رہے ہیں لاکھوں بندے گرد پھر پھر کر
طوافِ خانۂ کعبہ عجب دلچسپ منظر ہے

خدا کی شان یہ لب اور بوسہ سنگِ اسود کا
ہمارا مُنہ اور اس قابل عطائے ربِّ اکبر ہے

جو ہیبت سے رُکے مجرم نورِ رحمت نے کہا بڑھکر
چلے آؤ چلے آؤ یہ گھر رحمٰن کا گھر ہے

مقامِ حضرتِ خلّت پدر سا مہرباں پایا
کلیجہ سے لگانے کو حطیم آغوشِ مادر ہے

لگا تا ہے غلافِ پاک کوئی چشمِ پُرنم سے
لپٹ کر ملتزم سے کوئی محو وصل دلبر ہے

وطن اور اس کا تڑکا صدقے اس شامِ غریبی پر
کہ نورِ رُکنِ شامی روکشِ صبحِ منوّر ہے

ہوئے ایمان تازہ بوسۂ رُکنِ یمانی سے
فدا ہو جاؤں یمن و ایمنی کا پاک منظر ہے

یہ زمزم اسلئے ہے جس لئے اسکو پیئے کوئی
اسی زمزم میں جنت ہے اسی زمزم میں کوثر ہے

شفا کیونکر نہ پائیں نیم جاں زہرِ معاصی کے
کہ نظارہ عراقی رُکن کا تریاقِ اکبر ہے

صفائے قلب کے جلوے عیاں ہیں سعی مسعیٰ سے
یہاں کی بیقراری بھی سکونِ جانِ مضطر ہے

ہُوا ہے پیر کا حج پیر نے جن سے شرف پایا
اُنہیں کے فضل سے دن جمعہ کا ہر دن اسی بہتر ہے

نہیں کچھ جمعہ پر موقوف افضال و کرم اُن کے
جو وہ مقبول فرمالیں تو ہر حج حجِ اکبر ہے

حسنؔ حج کرلیا کعبہ سے آنکھوں نے ضیا پائی
چلو دیکھیں وہ بستی جس کا رستہ دل کے اندر ہے

سحر چمکی جمالِ فصلِ گل آرائشوں پر ہے
نسیمِ رُوح پرور سے مشامِ جاں معطر ہے

قریبِ طیبہ بخشے ہیں تصور نے مزے کیا کیا
مرا دل ہے مدینہ میں مدینہ دل کے اندر ہے

ملائک سر جہاں اپنا جھجکتے ڈرتے رکھتے ہیں
قدم اُنکے گنہگاروں کا ایسی سرزمیں پر ہے

ارے او سونے والے دل ارے او سونے والے دل
سحر ہے جاگ غافل دیکھ تو عالم منور ہے

سہانے طرز کی طلعت نرالے رنگ کی نکہت
نسیمِ صبح سے مہکا ہُوا پُر نُور منظر ہے

تعالے اللہ یہ شادابی یہ رنگینی تعالی اللہ
بہارِ ہشت جنت دشتِ طیبہ کی نچھاور ہے

ہوائیں آرہی ہیں کوچۂ پُر نُورِ جاناں کی
کھلی جاتی ہیں کلیاں تازگی دل کو میسر ہے

منورِ چشمِ زائر ہے جمالِ عرشِ اعظم سے
نظر میں سبز قُبّہ کی تجلی جلوہ گستر ہے

یہ رفعت درگہِ عرش آستاں کے قرب سے پائی
کہ ہر ہر سانس ہر ہر گام پر معراجِ دیگر ہے

محرم کی نویں تاریخ بارہ منزلیں کر کے
وہاں پہنچے وہ گھر دیکھا جو گھر اللہ کا گھر ہے

نہ پوچھو ہم کہاں پہنچے اور ان آنکھوں نے کیا دیکھا
جہاں پہنچے وہاں پہنچے جو دیکھا دل کے اندر ہے

ہزاروں بینواؤں کے ہیں جمگھٹ آستانہ پر
طلب دل میں صدائے یارسول اللہ لب پر ہے

لکھا ہے خامۂ رحمت نے در پر خطِ قدرت سے
جسے یہ آستانہ مل گیا سب کچھ میسر ہے

خدا ہے اسکا مالک یہ خدائی بھر کا مالک ہے
خدا ہے اُسکا مولی یہ خدائی بھر کا سرور ہے

زمانہ اس کے قابو میں زمانے والے قابو میں
یہ ہر دفتر کا حاکم ہے یہ ہر حاکم کا افسر ہے

عطا کے ساتھ ہے مختار رحمت کے خزانوں کا
خدائی پر ہے قابو بس خدائی اس سے باہر ہے

کرم کے جوش ہیں بذل و نعم کے دَور دَورے ہیں
عطائے بانوا ہر بینوا سے شیر و شکر ہے

کوئی لپٹا ہے فرطِ شوق میں روضہ کی جالی سے
کوئی گردن جھکائے رُعب سے بادیدۂ تر ہے

کوئی مشغولِ عرضِ حال ہے یوں شادماں ہو کر
کہ یہ سب سے بڑی سرکار ہے تقدیر یاور ہے

کمینہ بندہ در عرض کرتا ہے حضوری میں
جو مورد تھی یہاں کا مدح گستر ہی ثنا گر ہے

تری رحمت کے صدقے یہ تری رحمت کا صدقہ تھا
کہ ان ناپاک آنکھوں کو یہ نظارہ میسر ہے

ذلیلوں کی تو کیا گنتی سلاطینِ زمانہ کو
تری سرکار عالی ہے ترا دربار برتر ہے

تری دولت تری ثروت تری شوکت جلالت کا
نہ ہے کوئی زمیں پر اور نہ کوئی آسماں پر ہے

مطاف و کعبہ کا عالم دکھایا تو نے طیبہ میں
ترا گھر بیچ میں چاروں طرف اللہ کا گھر ہے

تجلی پر تری صدقے ہے مہر و ماہ کی تابش
پسینے پر ترے قربان روحِ مشک و عنبر ہے

غم و افسوس کا دافع اشارہ پیاری آنکھوں کا
دلِ مایوس کی حامی نگاہِ بندہ پرور ہے

جو سب اچھوں میں ہے اچھا جو ہر بہتر سے بہتر ہے
ترے صدقے سے اچھا ہے ترے صدقے میں بہتر ہے

رکھوں میں حاضری کی شرم ان اعمال پر کیونکر
مرے امکان سے باہر مری قدرت سے باہر ہے

اگر شانِ کرم کو لاج ہو میرے بلانے کی
تو میری حاضری دونوں جہاں میں میری یاور ہے

مجھے کیا ہو گیا ہے کیوں میں ایسی باتیں کرتا ہوں
یہاں بھی یاس و محرومی یہ کیونکر ہو یہ کیونکر ہے

بلا کر اپنے کتے کو نہ دیں چمکار کر ٹکڑا
پھر اس شانِ کرم پر فہم سے یہ بات باہر ہے

تذبذب مغفرت میں کیوں رہے اس در کے زائر کو
کہ یہ درگاہِ والا رحمتِ خالص کا منظر ہے

مبارک ہو حسنؔ سب آرزوئیں ہو گئیں پوری
اب ان کے صدقے میں عیشِ ابد تجھ کو میسر ہے

ذکرِ شہادت

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

کھلے ہیں گل بہاروں پر ہے پھلواری جراحت کی
فضا ہر زخم کے دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں امت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اسیرانِ مصیبت کی

شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیونکر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

کرم والوں نے در کھولا تو رحمت نے سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فصلِ شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

زمینِ کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور و طلعت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جانِ تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر۔
جُدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
اِسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
ہُوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
ہوائے یار نے پنکھے بنائے پرِ فرشتوں کے
اُدھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
ہوائیں گلشنِ فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
دلِ پُر سوز کے سُلگے اگر سوزِ ایسی حرکت سے
اُدھر چلمن اُٹھی حسنِ ازل کے پاک جلوؤں سے
زمینِ کربلا پر آج ایک حشر برپا ہے
گھٹائیں مصطفٰے کے چاند پر گھر گھر کر آئی ہیں۔
یہ کس کے خُون کے پیاسے ہیں اُسکے خون کے پیاسے
اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں
مگر شیرِ خدا کا شیر جب بپھرا غضب آیا۔
کہا یہ بوسہ دیکر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
تصدق ہوگئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
نہ ہوتے گر حسین ابنِ علی اِس پیاس کے بھُوکے
مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی اُن کو کٹوانا۔
شہیدِ ناز رکھدیتا ہے گردن آبِ خنجر پر
یہ وقت زخم نکلا خوُن اچھل کر جسمِ اطہر سے
سرِ بے تن تنِ آسانی کو شہرِ طیبہ میں پہنچا

کہ بزمِ گلرخاں ہیں بے بلائیں کس کی صُورت کی
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس جہل و رقت کی
اِسی حاکم کو آنکھیں تک رہتی ہیں ساری خلقت کی
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی
اِدھر ساغر لئے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی۔
بہارِ خوشنمائی پر ہے صدقے روحِ جنّت کی
نرالی عطر میں ڈوبی ہوئی ہے روحِ نکہت کی
کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی
اِدھر چمکی تجلّی بدرِ تابانِ رسالت کی۔
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی
سیہ کارانِ امت تیرہ بختانِ شفاعت کی۔
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی
مٹا دی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی
پرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی
بہادر آج سے کھائینگے قسمیں اس شجاعت کی
خدا شیرانہ حملوں کی ادا پر روحِ جرأت کی
نکل آتی زمینِ کربلا سے نہر جنت کی
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی رہے رویت کے شربت کی
جو موجیں باڑھ پر آجاتی ہیں دریائے الفت کی
کہ روشن ہوگئی مشعل شبستانِ محبت کی۔
تنِ بے سر کو سرداری ملی مُلکِ شہادت کی

حسنؔ سنّی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیونکر ہو
ادب کیسا تھ رہتی ہے روِش اربابِ سُنت کی

کشفِ رازِ نجدیت

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری

خاک منہ میں ترے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر
مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری

تیرے نزدیک ہوا کذبِ الٰہی ممکن
تجھ پہ شیطان کی پھٹکار یہ ہمت تیری

بلکہ کذاب کیا تو نے تو اقرار وقوع۔
اُف رے ناپاک یہاں تک ہی خباثت تیری

علمِ شیطاں کا ہوا علمِ نبی سے زائد۔
پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کر صورت تیری

بزمِ میلاد ہو کانا کے جنم سے بدتر
ارے اندھے ارے مردود یہ جرأت تیری

علمِ غیبی میں مجانین و بہائم کا شمول
کفر آمیز جنوں زا ہے جہالت تیری

یادِ خر سے ہو نمازوں میں خیال اُن کا بُرا
اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری

اُن کی تعظیم کریگا نہ اگر وقتِ نماز
ماری جائیگی ترے منہ پہ عبادت تیری

ہے کبھی بوم کی حلت تو کبھی زاغ حلال
جیفہ خواری کی کہیں جاتی ہے عادت تیری

ہنس کی چال تو کیا آتی گئی اپنی بھی۔
اجتہادوں ہی سے ظاہر ہے حماقت تیری

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مدد ے
یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری

تیری اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد
اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری

ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں
شرک کا چرک اگلنے لگی ملت تیری

عبد وہاب کا بیٹا ہوا شیخِ نجدی
اُس کی تقلید سے ثابت ہے ضلالت تیری

اسی مشرک کی ہے تصنیف کتاب التوحید
جس کے ہر فقرہ پہ ہے مُہرِ صداقت تیری

ترجمہ اُس کا ہوا تقویۃ الایمان نام
جس سے بے نور ہوئی چشمِ بصیرت تیری

واقفِ غیب کا ارشاد سناؤں جس نے
کھولدی تجھ سے بہت پہلے حقیقت تیری

زلزلے نجد میں پیدا ہوں فتن برپا ہوں۔
یعنی ظاہر ہو زمانہ میں شرارت تیری

ہو اسی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا
دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری

سر منڈے ہونگے تو پاجامے گھٹنے ہونگے
سر سے پا تک ہے یہی پوری شباہت تیری

ادعا ہوگا حدیثوں پہ عمل کرنے کا۔
نام رکھتی ہے یہی اپنا جماعت تیری

اُن کے اعمال پہ رشک آئے مسلمانوں کو
اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طبیعت تیری

لیکن اُترے گا نہ قرآں گلوں سے نیچے ۔ — ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت تیری
نکلیں گے دین سے یُوں جیسے نشانہ سے تیر — آج اس تیر کی نخچیر ہے سنگت تیری
اپنی حالت کو حدیثوں سے مطابق کر لے — آپ کھُل جائیگی پھر تجھ پہ خباثت تیری
چھوڑ کر ذکر ترا اب ہے خطاب اپنوں سے — کہ ہے مبغوض مجھے دل سے حکایت تیری
مرے پیارے مرے اپنے مرے سُنّی بھائی — آج کرنی ہے مجھے تجھ سے شکایت تیری
تجھ سے جو کہتا ہوں تو دِل سے سُن انصاف بھی کر — کرے اللہ کی توفیق حمایت تیری
گر ترے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب — غُصّہ آئے ابھی کچھ اور ہو حالت تیری
گالیاں دیں اُنہیں شیطانِ لعین کے پیرو — جن کے صدقہ میں ہے ہر دولت و نعمت تیری
جو تجھے پیار کریں جو تجھے اپنا فرمائیں — جن کے دل کو کرے بے چین اذیت تیری
جو ترے واسطے تکلیفیں اُٹھائیں کیا کیا — اپنے آرام سے پیاری جنہیں راحت تیری
جاگ کر راتیں عبادت میں جنہوں نے کاٹیں ۔ — کس لیئے اس لیئے کٹ جائے مصیبت تیری
حشر کا دن نہیں جس روز کسی کا کوئی ۔ — اس قیامت میں جو فرمائیں شفاعت تیری
اُن کے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے — شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری
تُو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ اُن سے — جوش میں آئی جو اِس درجہ حرارت تیری
اُن کے دشمن کو اگر تُو نے نہ سمجھا دشمن ۔ — وہ قیامت میں کرینگے نہ رفاقت تیری
اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں — دعوٰے بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری
بلکہ ایمان کی پُوچھے تو ہے ایمان یہی ۔ — اُن سے عشق اُنکے عدو سے ہو عداوت تیری

اہلِ سنّت کا عمل تیری غزل پر ہو حسنؔ
جب میں جانوں کہ ٹھکانے لگی محنت تیری

مسدسات

تمہیدِ ذکرِ معراج شریف

ساقی کچھ اپنے بادہ کشوں کی خبر بھی ہے — ہم بیکسوں کے حال پہ تجھ کو نظر بھی ہے
جوشِ عطش بھی شدتِ سوزِ جگر بھی ہے — کچھ تلخ کامیاں بھی ہیں کچھ دردِ سر بھی ہے

ایسا عطا ہو جام شرابِ طہور کا
جس کے خمار میں بھی مزہ ہو سرور کا

اب دیر کیا ہے بادۂ عرفاں تو ام دے
تازہ ہو روح پیاس بجھے لطفِ تام دے

ٹھنڈک پڑے کلیجہ میں جس سے وہ جام دے
یہ تشنہ کام تجھ کو دعائیں مدام دے

اٹھیں سرور آئیں مزے جھوم جھوم کر
ہو جاؤں بے خبر لبِ ساغر کو چوم کر

فکرِ بلند سے ہو عیاں اقتدارِ اوج
ٹپکے گلِ کلام سے رنگِ بہارِ اوج

چھلکے ہزار خامہ سرِ شاخسارِ اوج
ہو بات بات شانِ عروجِ افتخارِ اوج

فکر و خیالِ نور کے سانچوں میں ڈھل چلیں
مضمون فرازِ عرش سے اونچے نکل چلیں

اس شان اس ادا سے ثنائے رسول ہو
حُضّار پر سحابِ کرم کا نزول ہو۔

ہر شعر شاخِ گل ہو۔ تو ہر لفظ پھول ہو
سرکار میں یہ نذرِ محقر قبول ہو۔

ایسی تعلیوں سے ہو معراج کا بیاں
سب حاملانِ عرش سنیں آج کا بیاں

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے

فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
اعزازِ ماہِ طیبہ کی رویت کی رات ہے

پھیلا ہوا ہے سُرمۂ تسخیر چرخ پر۔
یا زلف کھولے پھرتی ہیں حوریں اِدھر اُدھر

دل سوختوں کے دل کا سویدا کہوں اسے
دیکھوں جو چشمِ قیس سے لیلیٰ کہوں اسے

پیرِ فلک کی آنکھ کا تارا کہوں اسے
اپنے اندھیرے گھر کا اجالا کہوں اسے

یہ شب ہے یا سوادِ وطن آشکار ہے
مشکیں غلافِ کعبۂ پروردگار ہے

اس رات میں نہیں یہ اندھیرا جھکا ہوا
مشکیں لباس یا کوئی محبوبِ دلربا

کوئی گلیم پوش مراقب ہے یا خدا
یا آہوئے سیاہ یہ چرتے ہیں جابجا

ابرِ سیاہ مست اٹھا حالِ وجد میں
لیلیٰ نے بال کھولے ہیں صحرائے نجد میں

یہ رُت کچھ اور ہے یہ ہوا ہی کچھ اور ہے
روئے عروسِ گل میں صفا ہی کچھ اور ہے
اب کی بہار ہوش ربا ہی کچھ اور ہے
چبھتی ہوئی دلوں میں ادا ہی کچھ اور ہے

گلشن کھلائے بادِ صبا نے نئے نئے
گاتے ہیں عندلیب ترانے نئے نئے

ہر ہر گلی ہے مشرقِ خورشید نور سے
روشن ہے سب کے منہ پہ دلوں کے سرور سے
لپٹی ہے سر نگاہ تجلیِ طور سے
اُٹھتے ہیں بے قرار حجاب قبور سے

ماہِ عرب کے جلوے جو اونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

ہر سمت سے بہار نوا خوانیوں میں ہے
چشمِ کلیم جلوے کے قربانیوں میں ہے
نیسانِ جودِ رب گہر افشانیوں میں ہے
غُل آمدِ حضور کا روحانیوں میں ہے

اک دھوم ہے حبیب کو مہماں بناتے ہیں
بہرِ براق خلد کو جبریل جاتے ہیں

نغمۂ روح
۱۳۰۹ھ

استمداد از حضرتِ سلطانِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے کریم ابنِ کریم اے رہنما اے مقتدا
آستانے پر ترے حاضر ہے یہ تیرا گدا
اخترِ برجِ سخاوت گوہرِ دُرجِ عطا
لاج رکھ لے دست و دامن کی مرے بہرِ خدا

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

شاہِ اقلیمِ ولایت سرورِ کیواں جناب
حسرتِ دل کی کشاکش سے ہیں لاکھوں اضطراب
ہے تمہارے آستانے کی زمیں گردوں قباب
التجا مقبول کیجے اپنے سائل کی شتاب

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

سالکِ راہِ خدا کو رہنما ہے تیری ذات
بینوایانِ جہاں کا آسرا ہے تیری ذات
مسلکِ عرفانِ حق میں پیشوا ہے تیری ذات
تشنہ کاموں کیلئے بحرِ عطا ہے تیری ذات

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ہر طرف سے فوج غم کی ہے چڑھائی الغیاث
پھر گئی ہے شکلِ قسمت اب خدائی الغیاث
کرتی ہے پامال یہ بیدست و پائی الغیاث
اے سرے فریاد رس تیری دہائی الغیاث

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

منکشف کس پر نہیں شانِ معلّٰی کا عروج
میں حضیضِ غم میں ہوں امداد ہو شاہا عروج
آفتابِ حق نما ہو تم کو ہے زیبا عروج
ہر ترقی پر ترقی ہو بڑھے دونا عروج

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

تا کجا ہو پائمالِ لشکرِ افکار روح
ہو چلی ہے کاوشِ غم سے نہایت زار روح
تا کجے ترساں رہے بے مونس و غمخوار روح
طالبِ امداد ہے ہر وقت اے دلدار روح

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

دبدبہ میں ہے فلک شوکت ترا اے ماہِ کاخ
قصرِ جنت سے فزوں رکھتا ہے عزّ و جاہ کاخ
دیکھتے ہیں ڈیوڑھیاں تمہارے گدا و شاہ کاخ
اب دکھا دے دیدۂ مشتاق کو للہ کاخ

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

تو بہ سائل اور تیرے در سے پلٹے نامراد
آستانے کے گدا ہیں قیصر و کسریٰ قباد
ہم نے کیا دیکھے نہیں غمگین آ آ کے جاتے شاد
ہو کبھی لطف و کرم سے بندۂ مضطر بھی یاد

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

نفسِ امارہ کے پھندے میں پھنسا ہوں العیاذ
رحم فرما یا ملاذی لطف فرما یا معاذ
در ترا بیکس پناہ کوچہ ترا عالم ملاذ
حاضرِ در ہے غلامِ آستاں بہرِ نواز

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

شہریارا اے ذوی وقار اے باغِ عالم کی بہار
ہوں خزانِ غم کے ہاتھوں پائمالی سے دوچار
بحرِ احساں رشحۂ نیساں جودِ کردگار
عرض کرتا ہوں ترے در پر بچشمِ اشکبار

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

بر سر پرخاش ہے مجھ سے عدوئے بے تمیز
مبتلا ہے سو بلاؤں میں مری جانِ عزیز
رات دن ہے درپئے قلبِ حزیں نفسِ رجیز
حلِ مشکل آپ کے آگے نہیں دشوار چیز

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

اک جہاں سیراب فیضِ ابر ہے اب کی برس
ہے یہاں کشتِ تمنا خشک و زندانِ قفس
تر نوا ہیں بلبلیں پڑتا ہے گوشِ گل میں رس
اے سحابِ رحمتِ حق سوکھے دھانوں پر برس

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

فصلِ گل آئی عروسانِ چمن ہیں سبزہ پوش
جو بنوں پر آگیا حسنِ بہارِ گل فروش
شادمانی کا نواسنجانِ گلشن میں ہے جوش
ہائے بے رنگ اور میں یوں دام میں گم کردہ ہوش

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

دیکھ کر اس نفسِ بدخصلت کی سرشتیِ خواص
کس سے مانگوں خونِ حسرت ہائے کشتہ کا قصاص
سوزِ غم سے دل پگھلتا ہے مرا مثلِ رصاص
مجھ کو اس موذی کے چنگل سے عطا کیجے خلاص

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ایک تو ناخن بدل ہے شدتِ افکارِ قرض
فرض ادا ہو یا نہ ہو لیکن مرا آزار فرض۔
اس پہ اعدا نے نشانہ کر لیا ہے مجھ کو فرض
رد نہ فرماؤ خدا کے واسطے سائل کی عرض

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

نفس و شیطاں ہیں بڑھی ہیں سو طرح کے اختلاط
بھولی بھولی سی کبھی یاد آتی ہے شکلِ نشاط۔
ہر قدم درپیش ہے مجھ کو طریقِ پلِ صراط
پیشِ بارِ کوہ کاہِ ناتواں کی کیا بساط

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من۔

آفتوں میں پھنس گیا ہے بندۂ در الحفیظ
ایک قلبِ ناتواں ہے لاکھ نشتر الحفیظ
جان سے تنگ آ کے ہونٹوں میں دم ہے مضطر الحفیظ
المدد اے دادرس اے بندہ پرور الحفیظ

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

صبحِ صادق کا کنارِ آسماں سے ہے طلوع
طائروں نے آشیانوں میں کیے نغمے شروع
ڈھل چکا ہے صورتِ شب حسنِ رخسارِ شموع۔
اور نہیں آنکھوں کو اب تک خوابِ غفلت سے رجوع

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

بدلیاں چھائیں ہوا بدلی ہوئے شاداب باغ
آہ اے جورِ قفس دل ہے کہ محرومی کا داغ
غنچے چٹکے پھول مہکے بس گیا دل کا دماغ
واہ اے لطفِ صبا گل ہے تمنا کا چراغ

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

آسماں سے قوس فکر بن تیر میرا دل ہدف
منتظر ہوں میں کہ اب آئی صدائے لاتخف
نفس و شیطاں ہر گھڑی کف بر لب و خنجر بکف
سرورِ دیں کا تصدق بہرِ سلطانِ نجف

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

بڑھ چلا ہے آج کل احباب میں جوشِ نفاق
سینکڑوں پردوں میں پوشیدہ ہے حسنِ اتفاق
خوش مذاقانِ زمانہ ہو چلے ہیں بدمذاق
برسرِ پیکار ہیں آگے جو تھے اہلِ وفاق

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ڈر درندوں کا اندھیری رات صحرا ہولناک
دیکھ کر ابرِ سیہ کو دل ہُوا جاتا ہے چاک
راہ نا معلوم رعشہ پاؤں میں لاکھوں مغاک
آئیے امداد کو ورنہ میں ہوتا ہوں ہلاک

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ایک عالم پر نہیں رہتا کبھی عالم کا حال
بڑھ چکیں شب ہائے فرقت اب تو ہو روزِ وصال
ہر کمالے را زوال و ہر زوالے را کمال
پھیر ادھر منہ کر کے میرے دن پھریں دل ہو نہال

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

گو چڑھائی کر رہے ہیں مجھ پر اندوہ و الم
پر کہیں چھٹتا ہے تیرا آستاں تیرے قدم
گو پیاپے ہو رہے ہیں اہلِ عالم کے ستم
چارۂ دردِ دلِ مضطر کریں تیرے کرم

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ہیں کمر بستہ عداوت پر بہت اہلِ زمن
سن لے فریادِ حسن حسن فرمائے امدادِ حسن
ایک جانِ ناتواں لاکھوں الم لاکھوں محن
صبحِ محشر تک رہے آباد تیری انجمن

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ہے ترے الطاف کا چرچا جہاں میں چار سو
ہے گدا کا حال تجھ پر آشکارا مو بمو
شہرۂ آفاق ہیں یہ خصلتیں یہ نیک خو
آج کل گھیرے ہوئے ہیں چار جانب سے عدو

روئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

شام سے نزدیک منزل دور ہیں گُم کردہ راہ
کوئی ساتھی ہے نہ رہبر جس سے حاصل ہو پناہ
ہر قدم پر پڑتے ہیں اس دشت میں خس پوش چاہ
اشک آنکھوں میں قلق دل میں لبوں پر آہ آہ

روئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

تاج والوں کو مبارک تاج زر تختِ شہی
ہیں گدا ٹھیرا دل تیرا میری اسی میں ہے بہی
بادشا لاکھوں ہوئے کس پر چلی کس کی رہی
ظلِّ دامن خاک در دیہیم و افسر ہے یہی

روئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

مناقب حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ الشریف

ہُوا ہوں دادِ ستم کو میں حاضرِ دربار
طرح طرح سے ستاتا ہے زمرۂ اشرار
گواہ ہیں دلِ محزون و چشمِ دریا بار
بدایع بہر خدمت حرمتِ شہِ ابرار

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

اِدھر اقارب و عقارب ہیں در اجانب و خویش
بیاں کس سے کروں ہیں جو آفتیں درپیش
اِدھر ہوں جوشِ معاصی کے ہاتھ سے دل ریش
پھنسا ہے سخت بلاؤں میں یہ عقیدت کیش

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

نہ ہوں میں طالبِ افسر نہ سائلِ دیہیم
کیا ہے تم کو خدا نے کریم ابنِ کریم
کہ سنگِ منزلِ مقصد ہے خواہشِ زر و سیم
فقط یہی ہے شہا آرزوئے عبدِ اثیم

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

ہُوا ہے خنجرِ افکار سے جگر گھائل
مجھے ہو مرحمت اب دارُوئے جراحتِ دل
نفس نفس ہے عیاں دم شماری بسمل
نہ خالی ہاتھ پھرے آستاں سے یہ سائل

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

تمہارے وصف و ثنا کس طرح سے ہوں مرقوم
ہے زیرِ تیغِ الم مجھ غریب کا حلقوم
کہ شانِ ارفع و اعلیٰ کسے نہیں معلوم
ہوئی ہے دل کی طرف یورشِ سپاہ ہموم

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

ہُوا ہے بندہ گرفتارِ پنجۂ صیاد
حضور پڑتی ہے ہر روز اک نئی افتاد
ہیں ہر گھڑی ستم ایجاد سے ستم ایجاد
تمہارے در پہ لایا ہوں جور کی فریاد

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

تمام ذروں پہ کالشمس ہیں بہ جود و نوال
حسن ہوں نام کو پر ہوں میں سخت بد افعال
فقیرِ خستہ جگر کا بھی رد نہ کیجے سوال
عطا ہو مجھ کو بھی اے شاہ جنس حسن آل

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

عرضِ سلام بدرگاہِ حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام اے خسروِ دنیا و دیں — السلام اے راحتِ جانِ حزیں
السلام اے بادشاہِ دو جہاں — السلام اے سرورِ کون و مکاں
السلام اے نورِ ایماں السلام — السلام اے راحتِ جاں والسلام
اے شکیبِ جانِ مضطر السلام — آفتابِ ذرہ پرور السلام
درد و غم کے چارہ فرما السلام — دردمندوں کے مسیحا السلام
اے مرادیں دینے والے السلام — دونوں عالم کے اُجالے السلام
درد و غم میں مبتلا ہے یہ غریب — دم چلا تیری دُہائی اے طبیب

نبضیں ساقط روح مضطر جی نڈھال
دردِ عصیاں سے ہوا ہے غیر حال

بے سہاروں کے سہارے ہیں حضور
حامی و یاور ہمارے ہیں حضور

ہم غریبوں پر کرم فرمائیے
بد نصیبوں پر کرم فرمائیے

بے قراروں کے سرہانے آئیے
دلفگاروں کے سرہانے آئیے

جاں بلب کی چارہ فرمائی کرو
جانِ عیسیٰ ہو مسیحائی کرو

شام ہے نزدیک منزل دور ہے
پاؤں کیسے جان تک رنجور ہے

مغربی گوشوں میں پھولی ہے شفق
زردیٔ خورشید سے ہے رنگ فق

راہ نامعلوم صحرا پُر خطر
کوئی ساتھی ہے نہ کوئی راہبر

طائروں نے بھی بسیرا لے لیا
خواہشِ پرواز کو رخصت کیا

ہر طرف کرتا ہوں حیرت سے نگاہ
پر نہیں ملتی کسی صورت سے راہ

سو بلائیں چشمِ تر کے سامنے
یاس کی صورت نظر کے سامنے

دل پریشاں بات گھبرائی ہوئی
شکل پر افسردگی چھائی ہوئی

ظلمتیں شب کی غضب ڈھانے لگیں
کالی کالی بدلیاں چھانے لگیں

ان بلاؤں میں پھنسا ہے خانہ زاد
آفتوں میں مبتلا ہے خانہ زاد

اے عرب کے چاند اے مہرِ عجم
اے خدا کے نور اے شمعِ حرم

فرش کی زینت ہے دم سے آپ کے
عرش کی عزت قدم سے آپ کے

آپ سے ہے جلوۂ حق کا ظہور
آپ ہی ہیں نور کی آنکھوں کے نور

آپ سے روشن ہوئے کون و مکاں
آپ سے پُر نور ہے بزمِ جہاں

اے خداوندِ عرب شاہِ عجم
کیجئے ہندی غلاموں پر کرم

ہم سیہ کاروں پہ رحمت کیجئے
تیرہ بختوں کی شفاعت کیجئے

اپنے بندوں کی مدد فرمائیے
پیارے حامی مسکراتے آئیے

ہو اگر شانِ تبسم کا کرم
صبح ہو جائے شبِ دیجورِ غم

ظلمتوں میں گم ہوا ہے راستہ
المدد اے خندۂ دنداں نما

ہاں دکھا جانا تجلی کی ادا
ٹھوکریں کھاتا ہے پردیسی ترا

دیکھئے کب تک چمکتے ہیں نصیب
دیر سے ہے لو لگائے یہ غریب

ملتجی ہوں میں عرب کے چاند سے   اپنے رب سے اپنے رب کے چاند سے
میں بھکاری ہوں تمہارا تم غنی   لاج رکھ لو میرے پھیلے ہاتھ کی
تنگ آیا ہوں دلِ ناکام سے   اس نکمے کو لگا دو کام سے
آپ کا دربار ہے عرش اشتباہ   آپ کی سرکار ہے بیکس پناہ
مانگتے پھرتے ہیں سلطان و امیر   رات دن پھیری لگاتے ہیں فقیر
غمزدوں کو آپ کر دیتے ہیں شاد   سب کو مل جاتی ہے منہ مانگی مراد
میں تمہارا ہوں گدائے بے نوا   کیجیے اپنے بے نواؤں پر عطا
میں غلامِ ہیچکارہ ہوں حضور   ہیچکاروں پر کرم ہے پُر ضرور
اچھے اچھوں کے ہیں گاہک ہر کہیں   ہم بدوں کی ہے خریداری یہیں

کیجیے رحمت حسن پر کیجیے
دونوں عالم کی مُرادیں دیجیے

رباعیات

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو   مختار ہو مالکِ خدائی تم ہو
جلوہ سے تمہارے ہے عیاں شانِ خدا   آئینۂ ذاتِ کبریائی تم ہو

دیگر

یارانِ نبی کا وصف کس سے ہو ادا   ایک ایک ہے ان میں ناظمِ نظمِ ہدیٰ
پائے کوئی کیونکر اس رباعی کا جواب   اے اہلِ سخن جس کا مصنف ہو خدا

دیگر

بدکار ہیں عاصی ہیں زیاںکار ہیں ہم   تعزیر کے بے شبہ سزاوار ہیں ہم
یہ سب سہی پر دل کو ہے اس کی قوت   اللہ کریم ہے گنہگار ہیں ہم

دیگر

خاطی ہوں سیہ رو ہوں خطاکار ہوں میں   جو کچھ ہو حسن سب کا سزاوار ہوں میں
پر اس کے کرم پہ ہے بھروسہ بھاری   اللہ ہے شاہد کہ گنہگار ہوں میں

دیگر

اِس درجہ ہے ضعف جاں گزائے اسلام
ہیں جس سے ضعیف سب قوائے اسلام
اے مردوں کی جان بچانے والے
اب ہے ترے ہاتھ میں دوائے اسلام

دیگر

کب تک یہ مصیبتیں اٹھائے اسلام
کب تک ہے ضعفِ جاں گزائے اسلام
پھر از سرِ نو اِس کو توانا کر دے
اے حامیِ اسلام خدائے اسلام

دیگر

ہے شام قریب چھپی جاتی ہے ضو -
منزل ہے بعید تھک گیا ہے رہرو
اب تیری طرف شکستہ حالوں کے رفیق
ٹوٹی ہوئی آس نے لگائی ہے لو

دیگر

برسائے وہ آزادہ روی نے جھالے
ہر راہ میں بہہ رہے ہیں ندی نالے
اِسلام کے بیڑے کو سہارا دینا
اے ڈوبتوں کے پار لگانے والے

دیگر

سُن احقرِ افرادِ زمن کی فریاد
سُن بندۂ پابندِ محن کی فریاد
یارب تجھے واسطہ خداوندی کا
رہ جائے نہ بے اثر حسن کی فریاد

دیگر

جو لوگ خدا کی ہیں عبادت کرتے
کیوں اہلِ خطا کی ہیں حقارت کرتے
بندے جو گنہگار ہیں وہ کس کے ہیں
کچھ دیر اُسے ہوتی ہے رحمت کرتے

دیگر

دنیا فانی ہے اہلِ دنیا فانی -
شہر و بازار و کوہ و صحرا فانی
دل شاد کریں کس کے نظارہ سے حسن
آنکھیں فانی ہیں یہ تماشا فانی

دیگر

اِس گھر میں نہ پابند نہ آزاد رہے
غمگین رہے کوئی نہ دل شاد رہے
تعمیر مکاں کس کے لئے ہوتا ہے
کوئی نہ یہاں رہے گا یہ یاد رہے

تواریخ از تصنیفِ مصنّف

تاریخ مثنوی شفاعت و نجات مصنفہ مولنا مولوی محمد محسن صاحب کاکوری وکیل مین پوری

حسن اپنے محسن کی ہو کچھ ثنا
شفاعت کا لکھا ہے احوال خوب
دُعائیہ تاریخ میں نے کہی ۔

جو احسان حُسنِ طبیعت کا ہو
بیاں کیونکر اُس کی فصاحت کا ہو
یہ اچھا ذریعہ شفاعت کا ہو
۱۸ ۶ ۹۳

تاریخ وصال حضرت سیّدنا مولنا شاہ آلِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نوّر اللہ مرقدہ

جب آلِ رسول بحرِ عرفاں ۔
وہ واقفِ رمزِ لا و الّا
عازم ہوئے سوئے دارِ عقبیٰ
رضواں نے کہی حسن سے تاریخ

رونق وہ خاندانِ برکات
وہ کاشفِ سرِّ نفی و اثبات
اِس غم کی گھٹا سے دِن ہوا رات
اب خلد میں دیکھیے کرامات
۶۶۲ ۶۳۴

دیگر

اچھے کے پیارے میرے سہارے
وہ اور شریعت وہ اور طریقت
عبد و خدا میں مانندِ برزخ
دریائے رحمت گلزارِ رافت
نجمِ منازل شمعِ محافل
خلقِ خدا کے کیوں نہ ہوں رہبر
ہے اُن کے دم سے عزت کی عزت
جب اُس قمر نے لی راہِ جنت
میں نے کہی یہ تاریخِ رحلت

باہر ہیں بیاں سے اُنکے مناقب
دو دل یک ارمان یک جان دو قالب
مقصود و قاصد مطلوب و طالب
جانِ مراحم کانِ مواہب
مہرِ مشارق ماہِ مغارب
ہیں مصطفےٰ کے فرزند و نائب
تاجِ مراتب راسِ مناصب
تھی اشک افشاں چشمِ کواکب
قطب المشائخ اصلِ مطالب
۱۲ ھ ۹۶

تاریخ طبع وتالیف رسالہ نگارستان لطافت مصنفہ خود

ہوگیا ختم یہ رسالہ آج ۔۔۔ شُکرِ خالق کریں نہ کیونکر ہم
سنِ تالیف اے حسنؔ سُن لے ۔۔۔ منبعِ وصفِ شہریارِ حرم ۱۳۰۲ھ

دیگر

یہ چند ورق نعت کے لایا ہے غلام آج ۔۔۔ انعام کچھ اس کا مجھے اے بحرِ سخا دو
میں کیا کہوں میری ہے بحسرت یہ تمنّا ۔۔۔ میں کیا کہوں مجھ کو یہ صلا دو یہ صلا دو
تم آپ مرے دل کی مرادوں سے ہو واقف ۔۔۔ خیرات کچھ اپنی مجھے اے بحرِ عطا دو
ہیں یہ سنِ تالیف فقیرانہ صدائیں ۔۔۔ والی میں تصدق مجھے مدحت کی جزا دو ۱۳۰۲ھ

تاریخ طبع دیوان حضور احمد خاں صاحب آثمؔ بریلوی

قطعہ

ہے یہ دیوان اُس کی مدحت میں ۔۔۔ جس کی ہر بات ہے خدا کو قبول
جس کے قبضہ میں دو جہاں کا ملک ۔۔۔ جس کے بندوں میں تاجدار شمول
جس پہ قرباں جناں جناں کے چمن ۔۔۔ جس پہ پیارا خدا خدا کے رسول
جس کے صدقہ میں اہلِ ایماں پر ۔۔۔ ہر گھڑی رحمتِ خُدا کا نزول
جس کی سرکار قاضی حاجات ۔۔۔ جس کا دربار معطی مامول
یہ ضیائیں اُسی کے دم کی ہیں ۔۔۔ یہ سخائیں اُسی کی ہیں معمول
دن کو ملتا ہے روشنی کا چراغ ۔۔۔ شب کو کھلتا ہے چاندنی کا پھول
اُس کے در سے ملے گدا کو بھیک ۔۔۔ اُس کے گھر سے ملے دُعا کو قبول
اے حسنؔ کیا حسن ہے مصرعِ سال ۔۔۔ باغِ اسلام کے کھلے کیا پھول ۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ وصال اعلیحضرت عظیم البرکۃ سیدی وملجائی مرشدی ومولائی عالی جناب مولانا مولوی سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

شیخِ زمانہ حضرت سید ابو الحسین ۔۔۔ جانِ مرادِ کانِ ہدیٰ شانِ اہتدا
نورِ نگاہ حضرت آلِ رسول کے ۔۔۔ اچھے میاں کے لختِ جگر آنکھوں کی ضیا

خود علیِ نور سیدی علی کے نور عین
میرے بزرگ بھی اسی در کے غلام ہیں
مانندِ قدیم و توئی خواجۂ کرم
جانِ ظہور اب کوئی اخفا کا وقت ہے
اسرار کا ظہور ہو شانِ ظہور سے
اعلان سے دکھائیے وہ قادری کمال
دروازے کھول دیجئے امدادِ غیب کے
یا سیدی میں کہہ کے پکاروں بلا کے وقت
داتا مرا سوال ہے مجھ کو بھیک دو
آیا ہے دور سے یہی سنتا ہوا فقیر
مجھ سا کوئی سقیم نہ تم سا کوئی کریم
للہ نگاہِ مہر ہو مجھ تیرہ بخت پر
دارین میں علیہ مراتب کرو عطا
خوش باش اے حسن تجھے شوقِ بلبل ہو
تاریخ اب وصالِ مقدس کی عرض کر
وہ سید ولا گئے جب بزمِ قدس میں
۴۸۰

عشق کے دل کے چین مرے درد کی دوا
میں بھی کمینہ بندہ اسی بارگاہ کا
پروردۂ تو ایم بقربِ تو قدرِ ما
حائل جو پردہ بیچ میں تھا وہ بھی اٹھ گیا
استتار سے اٹھائیے اب پردۂ خفا
اظہار کیجئے شوکتِ قدرت کا برملا
کاسے لئے کھڑے ہیں بہت در پہ گدا
تم لاتخف سناتے ہوئے آؤ سرورا
منگتا تمہارا تمکو تمہیں سے ہے مانگتا
باڑا بٹے گا حضرتِ نوری کے نور کا
میری طلب طلب ہے تمہاری عطا عطا
آنکھوں کو نور دل کو عنایت کرو جلا
تم مظہرِ علی ہو علی مظہرِ علا
جس کا گدا ہے تو وہ ہے غمخوارِ بینوا
حاصل ہو پورے شعر سے خاطر کا مدعا

اچھے میاں نے اٹھ کر گلے سے لگا لیا
۱۳۲۴ھ = ۸۴۴

قطعۂ تاریخ ولادت باسعادت نبیرۂ حضرت اخ الاعظم عالمِ اہلسنت جناب مولٰنا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب قادری مدظلہم بخانہ برخوردار مولوی حامد رضا خاں سلمہم اللہ تعالےٰ

شکرِ خالق کس طرح سے ہو ادا
پھر زباں بھی کس کی مجھ ناچیز کی
اے خدا کیونکر لکھوں تیری صفت
گننے والے گنتیاں محدود ہیں
سب سے بڑھکر فضل تیرا اے کریم
ہر کرم کی وجہ یہ فضلِ عظیم۔

اک زباں اور نعمتیں بے انتہا
وہ بھی کیسی جس کو عصیاں کا مزا
اے خدا کیونکر کہوں تیری ثنا
تیرے الطاف و کرم بے انتہا
ہے وجودِ اقدسِ خیر الورا
صدقہ ہیں سب نعمتیں اس فضل کا

فضل اور پھر وہ بھی ایسا شاندار — جس پہ سب افضال کا ہے خاتمہ
اولیا اُس کے کرم سے خاصِ حق — انبیاء اُس کی عطا سے انبیاء
خود کرم بھی خود کرم کی وجہ بھی — خود عطا خود باعثِ جود و عطاء
اس کرم پر اس عطا و جود پر — ایک میری جان کیا عالم فدا
کردے اک تہ سے جہاں سیرابِ فیض — جوش زن چشمہ کرم کے مسیم کا
جان کہنا مبتذل تشبیہ ہے — اللہ اللہ اس کے دامن کی ہوا
جان دی مُردوں کو عیسےٰ نے اگر — اُس نے خود عیسےٰ کو زندہ کر دیا
بے سبب اس کی عطائیں بے شمار — بے غرض اس کے کرم بے انتہا
بادشا ہو یا گدا ہو کوئی ہو — سب کو اس سرکار سے صدقہ ملا
سب نے اس در سے مرادیں پائی ہیں — اور اسی در سے ملیں گی دائما
جود دریا دل کے صدقہ سے بڑھے — بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا خطاء
مَنْ رَاٰنِیْ والے رُخ نے بھیک دی — کیوں نہ گلشن کی صفت ہو دلکشاء
جلوۂ پائے منوّر کے نثار — مہر و ماہ کو کتنا اونچا کر دیا
اپنے بندوں کو خدائے پاک نے — اس کے صدقہ میں دیا جو کچھ دیا
مصطفےٰ کا فضل ہے مسرور ہیں — نعمتِ تازہ سے عبد المصطفےٰ
حامیٔ دیں مقتدائے اہلِ حق — سُنّیوں کے پیشوا احمد رضا
فضلِ حق سے ہیں فقیرِ قادری — اس فقیری نے انھیں سب کچھ دیا
لختِ دل حامد میاں کو شکر ہے — حق نے بیٹا بخشا جیتا جاگتا
مَیں دُعا کرتا ہوں اب اللہ سے — اور دُعاء بھی وہ جو ہے دل کی دعا
واسطہ دیتا ہوں میں تیرا سے تجھے — اے خدا از فضلِ تو حاجت روا
عافیت سے قبلہ و کعبہ رہیں — ہم غلاموں کے سروں پر دائما
دولتِ کونین سے ہوں بہرہ ور — اُنج اعظم۔ مصطفےٰ حامد رضا
نعمتِ تازہ کو دے وہ نعمتیں — کیں جو تو نے خاص بندوں کو عطا
دوست ان سب کے رہیں آباد و شاد — دشمنِ بدخواہ غم میں مبتلا ہو
آفریں طبعِ رواں کو اے حسن — قطعہ لکھنا تھا قصیدہ ہو گیا
سنِ ولادت کے دعائیہ کو لکھو — علم و عمر اقبال و طالع دے خدا
۱۳ ۲۵

مثنوی

وسائلِ بخشش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

گلریز بنا ہے شاخِ خامہ
یاد آتے ہیں طور کے مضامین
توحید کے لطف پا رہا ہوں
ایماں ہے مرا کہ ہے خدا ایک
دو ایک سے ملکے جو بنا ہو
اندھوں سے کہو سنبھل کے دیکھو
اوّل ہے وہی وہی ہے آخر
موجود ہے اور نظر نہ آیا
وہ حبلِ ورید سے قریں ہے
نادیدہ وہ نورِ حق ہے لاریب
سب کچھ نظر آئے اس نظر سے
وہ کیا نظر آئے جو خدا ہو
جو بھید کو اس کے پا گئے ہیں
پھر کر وہ ادھر کبھی نہ آیا
دل میں ہیں ہزاروں بحرِ پُرجوش

فردوس بنا ہوا ہے نامہ
سینہ ہے تجلیوں کا مسکن
وحدت کے مزے اڑا رہا ہوں
وہ ایک نہیں جسے گنیں ہم
وہ ایک کسی کا کب خدا ہو
اس ایک نے دو جہاں بنائے
باطن ہے وہی وہی ہے ظاہر
کس دل میں نہیں جمال اس کا
ہاں تابِ نظر کہیں نہیں ہے
آنکھوں میں نظر نظر کہاں ہے
پر دیکھیں نظر کو کس نظر سے
جو وہم و قیاس سے قریں ہے
ہستی اپنی مٹا گئے ہیں
کچھ جلوہ جسے دکھا دیا ہے
ہے حکم زباں کو کہ خاموش

نازل ہیں وہ نور کے صفا میں
ہے پیشِ نگاہ دشتِ ایمن
دل ایک ہے دل کا مدعا ایک
وہ ایک نہیں جو دو سے ہو کم
احول ہے جو ایک کو کہے دو
اک کُن سے سب اس نے جہاں بنائے
ظاہر نے عجب سماں دکھایا
کس سر میں نہیں خیال اس کا
قرآن ہے یؤمنون بالغیب
آنکھیں ہی نہیں نظر کہاں ہے
جب خلق کو یہ صفت ملا ہے
خالق کی قسم خدا نہیں ہے
کچھ راز ادھر کا جس نے پایا
صُمٌّ بُکمٌ بنا دیا ہے
ایک جلوے سے طور کو جلایا

بیہوش کلیم کو بنایا
ہے شعلہ فشاں یہ عشق کا دل
قائم ہیں صفات پاک بالذات
جیسا چاہا جسے بنایا
کافر بھی وہیں سے پاتے ہیں رزق
ایجادِ وجود ہو عدم سے
ہے دونوں جہان سے نرالا
ہر عیب سے پاک ذات اُس کی
بیشک ہے وہ لائقِ خدائی
پروانہ چراغ پر ہے شیدا کیوں
مہتاب سے ہے چکور دل شاد
عالم میں ہی ایک دھوم دن رات
پروانہ ہے بزم میں پرافشاں
گفتار و تجسّس دل و لب
ہم کس کو کہیں کہ ہم کہاں ہیں

پنہاں ہیں جو سنگ میں شرارے
پتھر میں کہاں سے آگیا دل
باقی ہے کبھی فنا نہ ہوگا
کچھ اُس سے کہے یہ کس کا پایا
شب دن کو کرے تو رات کو دن
حادث ہو حدوث یوں مقدسی
قادر ہے ذوالجلال ہے وہ
ہر ریب سے پاک بات اُس کی
کس وقت نہاں ہیں اُسکے جلوے
بلبل ہے گلوں کی مبتلا کیوں
شمع و گل و سرو ماہ کیا ہیں
اے جلوۂ یار تیری کیا بات
ہر دل کو تیری ہی جستجو ہے
پیارے یہ ترے ہی کام ہیں سب
تو نے ہی کھلائے ہیں یہ سب گل

کرتے ہیں کچھ اور ہی اشارے
ذات اُس کی ہے مطلع مراد ات
ہے جس کو فنا خدا نہ ہوگا
مومن بھی اُسی کا کھاتے ہیں رزق
جو ہم کو محال اُس کو ممکن
اللہ تبارک و تعالےٰ
اپنی آپ ہی مثال ہے وہ
شایاں ہے اُسی کو کبریائی
ہر شے سے عیاں ہیں اُسکے جلوے
قمری ہے اسیر سرو آزاد
کچھ اور ہی جلوے دلربا ہیں
گلزار میں عندلیب نالاں
ہر لب پہ تری ہی گفتگو ہے
تیری ہی یہ صنعتیں عیاں ہیں
ہے تیری ہی شان کا تجمّل

تو نے ہی کئے جمیل پیدا | تجھ نے ہی کیا دلوں کو شیدا

از خود رفتن دلِ حزیںاں بذکرِ حسیناں و برہمنوئی بخت پے بُردن بجمالِ بیمثال اوّلین آئینہ حسن لایزال صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک و کرّم

آیا ہے جو ذکر مہ جبیناں
آنکھوں کے تلے ہے نور ہی نور
کس چاند کی چاندنی کھلی ہے
یارب یہ کہاں خیال پہنچا
آنکھوں میں بسا ہے کس کا عالم
یا دید کی حسرتیں نکالوں

قابو میں نہیں دل پریشاں
یارب یہ کدھر سے چاند نکلا
یہ کس سے مری نظر ملی ہے
آیا ہوں میں کس کی رہگزر میں
یاد آنے لگا ہے کس کا عالم
اللہ یہ کس کی انجمن ہے

یاد آئی تجلّی سرِ طور
اُٹھا ہے نقاب کس کے رُخ کا
ہے پیشِ نگاہ جلوہ کس کا
بجلی سی چمک گئی نظر میں
اب میں دلِ مضطرب سنبھالوں
دنیا میں بہشت کا چمن ہے

ہر چیز یہاں کی دلربا ہے
جو ہے وہ ادھر ہی دیکھتا ہے
شاہانِ زمانہ آ رہے ہیں
بستر اپنا جما رہے ہیں
پروانوں نے انجمن کو چھوڑا
بلبل نے چمن سے منہ کو موڑا
ہے سرو سے آج دور قمری
آئینوں کو چھوڑ آئے طوطی
عالم کی جھکی ہوئی ہے گردن
پھیلے ہیں ہزاروں دستِ دامن
مظلوم سنا رہے ہیں فریاد
ہے لائقِ لطف حالِ ناشاد
بیداد و ستم کی داد دیجیے
بلکہ ہمیں مراد دیجیے
بیماروں کو مل رہی ہے صحت
کمزوروں میں بٹ رہی ہے طاقت
جو آج ہیں سرورانِ عالم
کہتے ہیں جنہیں سرانِ عالم
امیدیں بھرے ہوئے دلوں میں
شامل ہیں یہاں کے سائلین میں
یہ شہر ہے یا جہانِ عزت
یہ در ہے کہ آسمانِ عزت
اس در سے ہے عز و جاہِ کونین
کہتے اسے ہیں پناہِ کونین
اس در کو فلک جناب کہیے
ان ذروں کو آفتاب کہیے
عشاق کی آرزو یہ در ہے
محتاج کی آبرو یہ گھر ہے
ہم سب ہیں اس آستاں کے بندے
ہیں دونوں جہاں یہاں کے بندے
دربار ہے اس حبیبِ رب کا
مختار ہے جو عجم عرب کا
اے خامہ خوشنوا سنبھلنا
اس راہ میں سر جھکائے چلنا
یہ وصف حبیبِ کبریا ہے
یہ نعت جنابِ مصطفےٰ ہے
اے دل نہیں وقتِ بیخودی یہ
ہے ساعتِ مدحتِ نبی یہ
دیکھ اے دلِ بیقرار و بیتاب
ملحوظ رہیں یہاں کے آداب
ہشیار مرے مچلنے والے
رہ چلتے ہیں سر سے چلنے والے
ہے منع یہاں بلند آواز
ہر بات عیاں ہو صورتِ راز
سب حال اشاروں میں ادا ہو
فریاد بھی ہو تو بے صدا ہو
جو جانتے ہیں یہاں کے رتبے
بھر لیتے ہیں منہ میں سنگریزے
خاموش ہیں یوں سب انجمن میں
گویا کہ زباں نہیں دہن میں
ہے جلوہ فزا وہ شاہِ کونین
بیچین دلوں کا جس سے ہو چین
دلدار و انیسِ خستہ حالاں
فریادرسِ شکستہ بالاں
مرہم ہے زخمِ دلفگاراں
تسکین دہِ جانِ بیقراراں
غمخوار یہی ہے غمزدوں کا
حامی یہی ہے ستم زدوں کا
ایماں کی جان ہے تو یہ ہے
قرآں کی زبان ہے تو یہ ہے
یکتا ہے یہ خوش ادائیوں میں
معشوق یہاں فدائیوں میں
شادابیٔ ہر چمن ہے یہ گل
ہیں آٹھوں بہشت اسکے بلبل
رکھتی ہے جو سوزشِ جگر شمع
پروانہ ہے اس کے حسن پر شمع
دیکھے تو کوئی یہ جوشِ فیضاں
عالم کے بھرے ہیں جیب و داماں
ہے لطف یہ شانِ میزبانی
ہر وقت ہے سب کی میہمانی
دربانوں کے اسلیے ہیں پہرے
در پر کوئی آکے پھر نہ جائے
ہر لحظہ یہاں یہی عطا ہے
ہر وقت یہ در کھلا ہوا ہے
مایوس گیا نہ کوئی مضطر

سُنتے ہیں سب کی دل لگا کر
وہ کون ہے جس نے آہ کی ہو
مُنہ مانگی مراد دینے والے
کہتے ہی نہیں کبھی پھر آنا
رحمت قدرت غنا کرم جود
جاتے کو ہیں یہ بُلانے والے
بیدار کو گھر پہ جا کے لائیں
یہ دستِ کرم ہے گوہر افشاں
ہر تلخ نصیب کو شکر دے
اُمت کی دعا میں اس کو دیکھو
مَنْ عَاهَدَهُ يُعَاهِدُ الله
گا ہے یہ سرِ تسیم پر ہے
اندھوں کے لئے یہ رہنما ہے
عیسیٰ کی زباں میں ہیں جو برکات
یہ ریزۂ سنگ کو زباں دے
ہے نائبِ دستِ جود رب ہاتھ
ہو جاتا ہے ہاتھ پھر کلیجا
پھر پھر گئے مُنہ ستمگروں کے
کرتا ہے یہ انتظامِ عالم
تکتی ہیں اسی کو سب نگاہیں
ٹوٹے ہوئے دل یہ جوڑتا ہے
دینے میں نہ کی ہے دیر اس نے
اے ابرِ سخا میں تیرے صدقے
جب تیرے سوا نہ ہو ٹھکانا
اب تک تو کہاں رہا اِدھر آ

فریاد کی ہے یہاں رسائی
اور اُس کی مراد دل نہ دی ہو
محرومِ عطائے شہ رہا کون ــ
کب چاہیں یہ در بدر پھرانا
سرکار میں کو بسی نہیں سے ٹھٹے
آئے ہوئے کو بٹھانے والے
یوسف ہے غلاموں کا خریدار
گوہر افشان و شکر افشاں
شکر شکر بکام اس سے
دامانِ گدا میں اس کو دیکھو
وہ در و نہیں جو یہ نہ کھودے
گا ہے یہ دلِ دو نیم پر ہے
محتاجوں کے دل غنی کئے ہیں
اس ہاتھ کے سامنے ہیں اک بات
قالب تو مکان ہی ہے جاں کا
ہیں دست نگر اسی کے سب ہاتھ
ہاتھ آ گئی ہے ہاتھ کے وہ قدرت
اُٹھ اُٹھ گئے پاؤں لشکروں کے
اس ہاتھ میں ہیں جہان کے دل
کونین کی اس طرف ہیں راہیں
جن ہاتھوں پہ ہے یہ ہاتھ پہنچا
بھوکوں کو کیا ہے سیر اس نے
جب تیز ہو آفتابِ محشر
یوں اپنی طرف مجھے بلانا
آ تیری گلی کو ہم بسائیں

ناشاد کی ہے یہاں رسائی
ہیں سب کی یہ داد دینے والے
مایوس یہاں سے پھر گیا کون
کیوں دیر ہو سب یہاں ہیں موجود
ہاں ایک نہیں یہاں نہیں ہے
سوتے کو یہ خواب سے جگائیں
ہر وقت لگا ہوا ہے بازار
محتاج غریب کو گہر دے
گوہر گوہر کا نام اس سے
اس ہاتھ کا نام ہے یداللہ
وہ داغ نہیں جو یہ نہ دھودے
بیمار کے واسطے عصا ہے
ہاتھوں میں خزانے بھر دیئے ہیں
گر قالبِ مُردہ کو یہ جاں دے
پتھر میں ہے کام کیا زباں کا
جس دل کی شکیب کو یہ پہنچا
اس ہاتھ کے پاؤں چومے ہیبت
اِس ہاتھ میں ہے نظامِ عالم
ناخن میں پڑے ہیں حلِ مشکل
زنجیرِ الم کو توڑتا ہے
اُن ہاتھوں پہ ہاتھ ہے خدا کا
اے دستِ عطا میں تیرے صدقے
جب کانٹے پڑیں لب و زبان پر
آ پیاسے کدھر چلا اِدھر آ
آ آب خنک تجھے پلا دیں

اے تشنۂ کربلا کا صدقہ
اے آتشِ تشنگی بجھا دے
اک مہ سے فلک کو دو قمر دے
تم چاہیں تو ہم بہل کے دم میں
کیا دستِ کرم کی عطا ہے
دشمن بھی جہیں سخا سے محروم
جس کی کہ عدو پہ بھی عطا ہو
اب آ گئے تو نہیں رہا ترا بس
مداح کو مدح کا صلا دے
پھسلے جو قدم سنبھال لینا
مجھ پہ نہ پڑے کبھی کچھ افتاد
دشمن کبھی دسترس نہ پائے
غم دل نہ مرا دکھانے پائے
حجبیر نہ ہوں کہ قادری ہوں

اے کشتۂ بے خطا کا صدقہ
اس ہاتھ کی قدرتیں ہیں ظاہر
مغرب کو نمازِ عصر کر دے
کچھ بھی جو اشارہ اسکا پا جائیں
دیکھو جسے وہ بھرا پڑا ہے
دینے میں عدو عدو نہیں ہے
اُس دستِ کرم کی کیا ثنا ہو
ہے وقتِ دُعا نہ ہو تو مضطر
بگڑے ہوئے کام سب بنا دے
ہر وقت رہے تری عطا ساتھ
ہر لحظہ سپر ہو تیری امداد
گر مجھکو گرائے لغزشِ پا
انگلی نہ الم لگانے پائے
ہوں دل سے گدائے آل و اصحاب

او سوکھی ہوئی زبان والے
اعجاز ہیں دست بستہ حاضر
خورشید کو کھینچ لائے دم میں
ٹھیرے ابھی وہ ٹلے ہوئے آئیں
منگتے تو ہوں کیا عطا سے محروم
ہاں دستِ کشی کی خو نہیں ہے
بس اے حسنِ شکستہ پا بس
اس ہاتھ سے کہہ قدم پکڑ کر
ڈوبوں تو مجھے نکال لینا
پھسلیں نہ کسی کے آگے یہ ہاتھ
شیطاں مرے دل پہ بس نہ پائے
تو ہاتھ پکڑ کے کھینچ لینا
دم بھر نہ اسیرِ بیکسی ہوں
ہر دم ہوں فدائے آل و اصحاب

یاروں پہ ترے نثار ہوں میں
پیاروں پہ ترے نثار ہوں میں

طلبِ مے از ساقیِ خجستہ پے

اے ساقیِ مہ لقا کہاں ہے
آنکھوں کو ہے مے کی جستجوئیں
ہیں آج بڑھے ہوئے ارادے
پھر تلے ہے نظر میں دورِ ساغر
ہو زخمِ جگر کے دیں جو انگور
لہرائے ہوئے سرو آئیں
کچھ ابر و ہوا پہ تو نظر کر
بیڑے کو لگا دے پار ساقی

مینخوار کے دلربا کہاں ہے
محتاج کو بھی کوئی پیالا
لا منہ سے کوئی سبو لگا دے
دے مجھ کو وہ ساغرِ لبالب
ہوں اہلِ زمانہ تشنہ میں چُور
جوبن پہ ادائے بیخودی ہو
ہاں کشتیِ مے کے کھول لنگر
مے تاک رہے ہیں دیدہ وا

بڑھ آئی ہیں لب تک آرزوئیں
داتا کرے تیرا بول بالا
سر میں ہیں خمار سے جو چکر
بس جائیں مہک سے جان و قالب
کیف آنکھوں میں دل میں نور آئیں
بے ہوش فدائے بیخودی ہو
مینخوار ہیں بے قرار ساقی
دیوانہ ہے دل اسی پری کا

مُنہ شیشوں کے جلد کھول ساقی
قُلقُل کے سُنا دے بول ساقی
یہ بات ہے سخت حیرت انگیز

پنبہ سے رُکی ہے آتشِ تیز
جبتک نہ وہاں سے شیشہ ہو وا
ہو وصفِ شراب سے تیز کیا

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد
کہتی ہیں اُٹھی ہوئی اُنگلیں

پھر لطف دکھا چلیں ترنگیں۔
پھر جوش پر آئے کیف مستی
پھر آنکھ سے ٹپکے مے پرستی

خواہش ہے فراخ آرزو کی
سُنتا ہی رہوں ڈھلک سبو کی
گہرا سا کوئی مجھے پلا جام

کہتی ہے ہوس کہ جام لا جام
دے چھانٹ کے مجھ کو وہ پیالی
لے آئے جو چہرے پر بحالی۔

ہوں دل میں تو نور کی ادائیں
آنکھوں میں سرور کی ادائیں
ہو لطف فزا یہ جوشِ ساغر

دل چھین لے لب سے لب ملا کر
کچھ لغزشِ پا جو سر اُٹھائے
بہکانے کو پھر نہ ہوش آئے

لُطف آئے تو ہوش کو گنوائیں
جب ہوش گئے تو لُطف پائیں
یہ مے ہی مری کھنچی ہوئی جاں۔

یا رہ گئے خون ہو کے ارماں
یہ بادہ ہے دلربائے میکش
دردِ میکش دوائے میکش

ہے تیز بہت مجھے یہ ڈر ہے
اُڑتی نہ پھرے کہیں بطِ مے
شیشہ میں ہی مے پری کی صورت

یا دل میں بھرا ہے خونِ حسرت
ساغر ہیں بشکلِ چشمِ میگوں
شیشہ ہے کسی کا قلب پُرخوں

میخوار کی آرزو یہ مے ہے
مشتاق کی آبرو یہ مے ہے
ہو آتشِ تر جو مہر گستر

دم بھر میں ہو خشک دامنِ تر
ٹھنڈے ہیں اس آگ سے کلیجے
گرمی پہ ہیں میکشوں کے جلسے

بہکا ہے کہاں دماغِ مختل
پہنچا ہے کدھر خیالِ اسفل
یہ بادہ ہے آبروئے کوثر

نتھرا ہوا آب جو ہے کوثر
یہ پھول ہے عطرِ باغِ رضواں
ایمان ہے رنگ بو ہے عرفاں

اس مے میں نہیں ہے دُرد کا نام
کیوں اہلِ صفا نہ ہوں مے آشام
جو رند ہیں اس کے پارسا ہیں

بہکے ہوئے دل کے رہنما ہیں
زاہد کی نثار اس پہ جاں ہے
واعظ بھی اسی سے تر زباں ہے

جام آنکھیں ہیں آنکھ میں مروت
شیشے میں دل اُن دنوں ہیں ہمت
ان شیشوں سے زندہ قلب مردم

قُلقُل سے عیاں ادائے قُم قُم
اللہ کا حکم وا شدہ ہے
بیجا ہے اگر پئیں نہ یہ مے

اے ساقیِ باخبر خدا را
لادے کوئی جام پیارا پیارا
جوبن ہے بہارِ جانفزا پر

بادل کا مزاج ہے ہوا پر
ہر پھول دلہن بنا ہوا ہے
نکھرے ہوئے حسن میں سجا ہے

مستانہ گھٹائیں جھومتی ہیں
ہر سمت ہوائیں گھومتی ہیں
پڑتی ہے پھوہار پیاری پیاری

نہریں ہیں بسانِ فیض جاری
بُلبُل ہے فدائے خندۂ گل
بھاتی ہے ادائے خندۂ گل

ظاہر میں بہار دلربا ہے
باطن میں کچھ اور گُل کھلا ہے
غنچوں کے چٹکنے سے ہے اظہار

کھلنے لگے پردہائے اسرار
تشدید عیاں ہے کنکھیوں سے
اللہ لکھا بخطِ گلزار -
ہے آفتِ ہوش موسمِ گل
شمعوں کا سفید منہ دکھاتا
کلیوں کی چٹک مہک گلوں کی
اور بارشِ نور آسماں سے
آنکھوں سے فراق خوابِ غفلت
دل ساغرِ مے کی آرزو میں -
کہتا ہے کوئی فدائے ساقی
دِل کو کوئی دے رہا ہے تسکیں
برخیز و بگیر جامِ سرشار
پُر دامن و بامراد میرو
ہوش و سرِ ہوش را رہا کن
دے مجھ کو بھی کوئی جامِ نوری
ہوں دِل کی طرح صاف راہیں
نکہت سے مشامِ روح بس جائے
یہ بادۂ تند لطف دے جائے
دیکھوں درِ شہرِ یار دیکھوں
دِل محوِ جمال شکرِ باری
قسمت کا دماغ آسماں پر
ہاتھوں میں کسی کا دامنِ پاک
ناشاد گدا کو شاد کیجے
حسرت سے بھرا ہوا ہے سینہ
قسمت سے درِ کرم پایا

ہے سرو الف کی شکل بالکل
نرگس کی بیاضِ چشم ہی ہے
خوشبو میں بسا ہے خلعتِ گل
پھریرا سپیدۂ صبح کا تجمل
مرغانِ چمن کی خوشنوائی
مستانہ صفیر بلبلوں کی
مسجد میں اذاں کا شور برپا
منزل سے مسافروں کی رخصت
لب پر یہ سخن کہ جام پائیں
بھاتی ہے مجھے ادائے ساقی
اے قلبِ حزیں چہ شور و شین است
بنشیں و بنوش و کیف بردار
پابوس مشو کہ خوش جنابے ست
مے نوش د و بدیگراں عطا کن
ہر جُرعہ ہو حاملِ کرامات
اسرار پہ جا پڑیں نگاہیں -
گھٹ جائے ہوس طبیعت اٹھیں
بغداد مجھے اڑا کے لے جائے
بیتابیٔ دل مزے دکھا جائے
شیئاً للہ زباں پہ جاری
سینہ میں بہار کی تجلی -
آنکھوں میں بجائے سُرمہ وہ خاک
آیا ہے یہ بےکسی کا مارا
دِل داغِ ملال کا خزینہ
اے دستِ تہی و جانِ مضطر

اور صورتِ لامِ زلفِ سنبل
صانع کی یہ صُنع ہے نمودار
دلجوئیں ترانہائے بُلبُل -
تاروں کا فلک پہ جھلملانا
شوخانِ چمن کی دلربائی
پروازِ طیور آشیاں سے
زُہّاد وضو کیے مہیا
میخانوں میں میکشوں کی دھومیں
دلمیں یہ ہوس سرور پائیں
پایا ہے کسی نے جامِ رنگیں
چوں ساقی تو ابوالحسین است
ناشاد بیا و شاد میرو
ہر چہ رخ سخی و منت آفتابے ست
تو نور ہے تیرا نام نوری
ہر قطرہ ہو کاشفِ مقامات
بغداد کے پھول کی مہک آئے
آنکھوں [illegible] پلیں نہ رنگیں
جسوقت [illegible] دیارِ یار دیکھوں
خود رفتگی میرے لینے کو آئے
خم فرق زمینِ آستاں پر
دِل میں رُخِ یار کی تجلی -
لب پر یہ صدا مراد دیجے
پایا ہے بہت بڑا سہارا
یہ دن مجھے بخت نے دکھایا
مژدہ ہو رسا ہوا مقدر

گزرے وہ بکا و بین کے دن
پہنچا ہوں کریم کی گلی میں
اب دونوں جہاں سے بے غمی ہے
اب کس کو پسند ساتھ تیرا
کون اٹھتا ہے ایسے آستاں سے
کانٹوں میں پھنسائیں اپنا دامن
کیوں لطفِ بہار چھوڑ جائیں
محتاج نہیں فقیر کوئی
ہر شب ہیں شبِ برات کا ڈھنگ
نو روز کی روز حاضری ہے
پیوستہ خوشی کا راج ٹھیرا
ہر چاند میں ماہِ عید دیکھا
راحت سے یہاں لیا ہے آرام
خدام کی خدمتوں میں حاضر
حُقّار سے کاوشِ الم دور
مقبولِ دعا چراغ روشن
مداح حضور آرہے ہیں
مداحِ حضورِ نغز گفتار
کچھ منقبتیں سُنا دعا لے
اے واحدِ بے مثال و دانا
ہر حرف سے رنگِ گُل عیاں ہو
وہ کام کروں کہ نام ہو جائے
اے سیدِ خوش بیاں کرم کر

اب خیر سے آئے چین کے دن
پرواہ نہیں کسی کی اب کچھ
سرکار غنی ہے کیا کمی ہے
جائیں گے نہ اِس دیار سے ہم
اُٹھے گا جنازہ بھی یہاں سے
ہے سہل ہمیں جہاں سے جانا
کیوں نازِ خزاں اُٹھانے آئیں
ہر وقت عیاں ہے فیضِ باری
ہر روز میں روزِ عید کا ڈھنگ
ہے عیش کی یہ خوشی ہمیشہ
ہر سن کا سن ابتہاج ٹھیرا
انوار سے ہے بھری ہوئی رات
آرام ہے اس جناب کا رام
شادی کی ہوس نہیں رہوں میں
دِل غم سے جُدا تو دل سے غم دُور
آراستہ بزمِ خسروی ہے
اپنی اپنی سُنا رہے ہیں
مشتاقِ سخن ہیں اہلِ محفل
سرکار سے مدح کا صلا لے
دے طبع کو سیل کی روانی
ہر لفظ ہزار داستاں ہو
دے مُلکِ سخن کا تاج یارب
اے افصحِ فصحاں کرم کر

آیا ہوں میں درگہِ سخی میں
بے مانگے ملیگا مجھ کو سب کچھ
اے حُبِّ وطن سفر کی ٹھیرا
اٹھیں گے نہ کوئے یار سے ہم
کیا کام کہ چھوڑ کر یہ گلشن
مشکل ہے اس آستاں سے جانا
دیکھا نہ یہاں اسیر کوئی
ہر فصل ہے موسمِ بہاری
تفریح و سرور ہر گھڑی ہے
حاضر رہے ہر گھڑی ہمیشہ
شوال یہاں کا ہر مہینہ
ہر شب ہے یہاں کی چاندنی رات
مقصودِ دلِ انبساطِ خاطر
آرام مجاوروں کو دوں میں
طلعت سے دل و دماغ روشن
شادی کی گھڑی رچی ہوئی ہے
ہاں اے حسن اے غلامِ سرکار
منت کشِ انتظار ہے دل
اے خالقِ قادرِ توانا
دلکش ہو ادائے خوش بیانی
مقبول مرا کلام ہو جائے
رکھ لے مری آج لاج یارب
اے روحِ امیں مدد کو آنا

لغزش سے کلام کو بچانا

آغازِ روایت از کتاب مستطاب تحفۂ قادریہ مؤلفہ مولنا ابو المعالی محمد مسلمی معالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

تحفہ ہے کہ گوہرِ لآلی ۔
تھی ساٹھ برس کی عمر نادر ۔
اِس امر سے ہم کو کیا عجب ہو
مایوس دلوں کا آسرا ہے
گرتے ہوؤں کو کہیں سنبھالا ہے
بیٹھے ہوئے دل اُٹھا دیئے ہیں
یاور جو نصیب ہے ہمارا
ہے ہاتھ میں کس کا دامنِ پاک
بالفرض اگر غلامِ سرکار
دُکھ دے نہ اسے مرا تلاطم
طوفاں ہو اسی قلق میں بیتاب
ساحل لبِ خشک سے دعا دے

فرماتے ہیں اُنھیں یوں کی معالی
یہ بات نہیں کسی پہ مخفی
مولود کی شان کو تو دیکھو
کیا کیجے بیان دستگیری
ڈوبے ہوؤں کو کہیں نکالا
نومید دلوں کی ٹیک ہے وہ
قسمت سے ملا ہے کیا سہارا
آفت کا ہجوم کیا بلا ہے ۔
دریائے الم میں ہو گرفتار
سوچے یہی سیل کی روانی
موجیں بنیں ماہیانِ بے آب
ہو چشمِ حباب اشک سے تر

جب زیبِ زباں ہے وہ سرود
یہ عمر ہے عمرِ نا امیدی
نومید کے درد کی دوا ہے
ہے جوش پہ شانِ دستگیری
سب داغِ الم مٹا دیئے ہیں
امداد میں آج ایک ہے وہ
طوفانِ الم سے ہم کو کیا باک
کس ہاتھ میں ہاتھ دیدیا ہے
خود بحر ہو اِس خیال میں گُم
پھر جائے نہ آبرو پہ پانی
گرداب ہو گرد پھر کے صدقے
ہر موج کہے یہ ہاتھ اُٹھا کر

رکھ لے مرے اے کریم تو لاج
غیرت سے نہ ڈوبنا پڑے آج

روایتِ دیگر از اخبار الاخیار شریف مؤلفہ مولنا شاہ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مولنا عبد حق محدث
تحریر ہے اُس میں ذکرِ اخیار
آیا رمضان کا مہینا
دن میں حضور نے نہ پیا شیر
جبتک نہ ہو پیروِ شریعت
کس طرح وہ جا ملے خدا سے
جو آپ ہی راہ گُم کئے ہو ۔
گمراہ سے رستہ نہ پوچھے

وہ سرورِ انبیاء کے وارث
مرقوم ہے اُس میں یہ روایت
روزوں کا ہوا جہاں میں چرچا
گو عالمِ شیرخوارگی تھا ۔
کیا جانے حقیقتِ طریقت
جس شخص نے رستہ کو چھوڑا
کیا راہ بتائے وہ کسی کو
رہبر کی نہ اقتدا نہ بھولا

ہے اُن کی کتابِ پاک اخبار
چمکا جو وہ ماہِ قادریت
کی شہرِ صیام کی یہ توقیر
پر پاسِ شریعت ہی تھا
جو راہ نہ پوچھے مصطفےٰ سے
منزل کی طرف سے منہ کو موڑا
خود گُم سے کوئی پتا نہ پوچھے
وہ بھول کے رستا نہ بھولا

روائیت دیگر از تحفۂ قادریہ شریف

فرماتے ہیں تحفہ میں معالی
بچپن کا ہے یہ ماجرا یہ
دیتا کوئی غیب سے یکایک
میں گود میں والدہ کی جاتا
کچھ تو نے شناخت یہ کیا تھا
اللہ کو ہے جمال محبوب
جیلاں میں طلب کے ساتھ یہ کد
تو بھی ہے انہیں کا کفش بردار
جب پردہ رخ اٹھا دیا ہے
پھیلا ہے جہاں میں اجالا
لو آؤ سیاہ نامے والو آؤ
تاریکیٔ قبر کا الم دور
ہے دور یہاں سے کالے کوسوں
کیا جلوہ وہ رات بھر کا جلوہ
کب ہے یہ تجلی کواکب
یہ جلوۂ حسن گلرخاں ہیں
اٹھ جاتی ہیں جس طرف نگاہیں

ہیں ایسے حضور پاک راوی
طفلی میں جو چاہتا کبھی جی
آواز اِلَیَّ یَا مُبَارَکْ
تھی پہلے جو یہ صدائے عشرت
یہ کون انہیں بلا رہا تھا
کیونکر ہو ثنائے خوبرویاں
معراج میں اُدْنُ یَا مُحَمَّدْ
کیا ظلمت گور سے ڈرائے
کونین کو جگمگا دیا ہے۔
ہر لمعہ ضیائے مہر سے بہتر
دل سے غم تیرگی نکالو۔
کمزوری سے جس کو چکر آیا
پھر شاکی بخت تیرہ کیا ہوں
یہ شمع نہیں جو جھلملائے
شب بھر ہے تجلی کواکب
ہر وقت چمک رہے ہیں انوار
روشن ہیں تجلیوں سے راہیں
یا بینش نگاہ سورۂ نور

فرماتے ہیں ایسے مصطفےٰ یہ
اطفال میں ہوں شریک بازی
سن کر یہ صدا جو خوف آتا۔
سنتا ہوں اب اسکو وقت خلوت
ہاں کیوں نہ ہوں وہ کمال محبوب
قربان ادائے خوبرویاں
مژدہ ہو تجھے مرے دل زار
قسمت سے جو ایسے چار پائے
پردہ سے یہ کس نے منہ نکالا
ہر جلوہ ہزار مہر در بر
ہے روز سیہ کا دل سے غم دور
آنکھوں کے تلے نہ تھا اندھیرا
اس کو نہ کہو قمر کا جلوہ۔
خورشید نہیں جو ڈوب جائے
دن رات جو ایک ساعیاں ہے
ہر شے میں جھلک رہے ہیں انوار
دل محو جمال جلوۂ طور

روائیت دیگر

فرماتے ہیں شیخ عبد رزاق
کب خود کو ولی حضور سمجھے
پہنچانے کے واسطے فرشتے
لڑکوں سے یہ کہتے تھے وہ ہمدم

فرخندہ سیر ستودہ اخلاق
فرمایا کہ دس برس کے تھے ہم
مکتب کو ہمارے ساتھ جاتے
محبوب خدا کے بیٹھنے کو

پوچھا یہ جناب سے کسی نے
جاتے تھے جو پڑھنے کیلئے ہم
جب مدرسہ تک پہنچتے تھے ہم
اطفال جگہ فراخ کر دو۔

سلہ سیدنا شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ؏ مراد است از ذات پاک حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۲

ایک شخص کو ایک روز دیکھا
کچھ مجھ کو بتاؤ حال ان کا
بولا کہ ولی ہیں اولیا سے
بے پردہ لقا عطا کریں گے
حاصل ہوا انہیں وہ قرب اللہ
چالیس برس کے بعد دیکھا
شہزادہ جو سر سدھاریں
خالق نے کئے فرشتے ہمراہ

دیکھا نہ تھا اُس سے پہلے اصلا
یہ کون صبی ہیں باوجاہت
توقیر پائیں گے یہ خدا سے
تمکین انہیں بے حجاب دینگے
جس میں نہ ہو مکر و کبھی راہ
ایدل یہ طریق سروراں ہے
خدامِ ادب چلیں جلو میں
یعنی کہ نواسے کے جلو میں

اس نے یہ کسی ملک سے پوچھا
سرکار میں جن کی ہے یہ عزت
بے منع عطا عطا کریں گے
جو دینگے وہ بے حساب دینگے
سائل کو کہ وقت کا بل تھا
آئینِ اکابرِ جہاں ہے -
تھا عالمِ قدس سے جو دہ ماہ
نانا کے غلام خدمتیں دیں

روائیتِ دیگر

دائیہ ہوئیں ایک روز حاضر
ہو جاتے تھے آپ میں گم
ارشاد ہوا بجوش بیانی
کمزوری و ضعف کے وہ دن تھے
اب ایسے ہزار مہر آئیں
قربان تری تجلیوں کے
وہ حسن دیا تجھے خدا نے
ہر عکس طرازِ دامنِ نور
کہتی ہے یہ تیرے رخ کی تنویر
تاریکیٔ قبر سے بچا لے
ظلمت ہو بیان کیا گنہ کی
اللہ خوشی کا دن دکھا دے
آفت میں غلام ہے گرفتار

اور عرض یہ کی کہ عبد قادر
امکاں میں ہے یہ حال اب بھی
وہ عہد تھا عہدِ ناتوانی
طاقت تھی جو ہم میں مہر سے کم
گم ہم میں ہوں پھر نشانہ پائیں
تو رخ سے اگر اُٹھا دے پردے
محبوب کیا تجھے خدا نے
تو نورِ جنابِ کبریا ہے
میں سورۂ نور کی ہوں تفسیر
میں داغِ گنہ کہاں چھپاؤں
چھائی ہوئی ہے گھٹا گنہ کی
پھر شامِ الم نے کی چڑھائی
اب میری مدد کو آؤ سرکار
للہ مری پکار سن لے

بچپن میں تو اُڑ کے گود سے تم
کر سکتے ہو یہ کمال اب بھی
اُس وقت میں ہم صغیر سن تھے
چھپ جاتے تھے آفتاب میں ہم
صدقے ترے اے جمال والے
ہر ذرّہ کو آفتاب کر دے
ہر جلوہ بہارِ گلشنِ نور
تو چشم و چراغِ مصطفےٰ ہے
اے دونوں جہان کے اُجالے
یہ روئے سیاہ کسے دکھاؤں
اے مہر ذرا نقاب اُٹھا دے
بغداد کے چاند کی دُہائی -
حالِ دلِ بیقرار سن لے

روایتِ دیگر

منقول ہے تحفہ میں روایت
مسنون ہے کسبِ حیلۂ رزق
نرگاؤ کو لے چلے جو آقا
مخلوق نہ اس لئے کیا ہے
وہ نیرِ دین جو بام پر آئے
یہ بام کہاں کہاں وہ میدان
ہاں چاند ہیں بامِ آسماں ہے
گویا ہوئے اس طرح سے سرور
بغداد کو جاؤں علم سیکھوں
دیکھا تھا جو کچھ وہ کہہ سنایا
ارثِ پدرِ حضورِ عالی۔
چالیس برادرِ دوم نے پائے
پھر عہد لیا کہ راستی کو
باہر آئیں برائے رخصت
اب تیری یہ پیاری پیاری صورت
اک چھوٹے سے قافلہ کے ہمراہ
لوٹا مارا کیا گرفتار
پوچھا کہ تمہارے پاس ہے کیا
رہزن نے کہا کہو کہاں ہیں؟
موقع پوچھا جگہ بتائی
اک اور بھی سامنے سے گذرا
چلتا بنا دل لگی سمجھ کر
سردار کو حال جو سنایا

بچپن میں ہوا یہ قصدِ حضرت
جس دن یہ خیال شہ کو آیا
منہ پھیر کر اس طرح وہ بولا
سُن کر یہ کلام ڈر گئے آپ
حاجی عرفات میں نظر آئے
صدہا منزل کا فاصلہ تھا
گردوں سے قمر کو سب عیاں ہے
امی مجھے اذن کی ہو امداد
اللہ کے نیک بندے دیکھوں
وہ روئیں اٹھیں گئیں پھر آئیں
دینار شمار میں تھے اسّی
دینار وہ اُمِّ مشفقہ نے
ہر حال میں اپنے ساتھ رکھو
ارشاد ہوا برائے یزداں
آئیگی نظر نہ تا قیامت
ہمداں سے جو لوگ باہر آئے
شہ کو نہ دیا کسی نے آزار
مولٰے نے کیا یہ سُن کے اظہار
فرمایا تہِ بغل نہاں ہیں۔
سُنکر یہ جواب چلدیا وہ
اُس سے بھی یہ حال پیش آیا
دونوں جو ملے دلوں کی صورت
اُس نے انہیں بھیجکر بلایا

کھیتی کو کریں وسیلۂ رزق
لکھتے ہیں وہ روزِ عرفہ کا تھا۔
یہ حکم نہ آپ کو دیا ہے
گھر آئے توقف پر گئے آپ
سبحان اللہ اے تری شان
پہ پاؤں تلے کا ماجرا تھا۔
یہ دیکھ کر آئے پیشِ مادر
اب کارِ خدا میں کیجے آزاد
مادر نے سبب جو اس کا پوچھا
میراثِ پدر جو تھی وہ لائیں
چالیس اُن میں سے تُم نے پائے
جامہ میں سئے بغل کے نیچے
پھر بہرِ سفر ملی اجازت
کرتی ہوں میں تجھ سے قطعِ ایجاں
جیلاں سے چلا وہ شاہِ ذیجاہ
قزاق انھوں نے ساٹھ پالے
اک شخص اِدھر بھی ہو کے نکلا
جامہ میں سلے ہوئے ہیں دینار
گنتی پوچھی وہ کہہ سنائی
اُس سچ کو ہنسی سمجھ لیا وہ
وہ بھی سرکا ہنسی سمجھ کر
کی ایک نے ایک سے حکایت
وہ آپ کو ساتھ لے گے پہنچے

جس ٹیلے پہ مال بانٹتے تھے
آخر ٹھہری کہ امتحاں ہو
چاک جیب سحر سے خورشید
حیرت ہوئی اسکو یہ گفتار
یہ عہد لیا تھا وقتِ رخصت
وہ عہد ہے صورتِ امانت
رونے لگے روتے ہوا بُرا حال
تاثیر بیاں بیاں ہو کیونکر
سردار حضور سے یہ بولا
کرتا ہوں میں ترک یہ معائب
سردار سے اس طرح وہ بولے
توبہ میں بھی ہم سے تو ہے اقدم
جس جس سے لیا تھا اسکو پھیرا
آقا کیں بلا میں مبتلا ہوں
رہزن سے مجھے بچا لے یا غوث
لٹتا ہے میاں غلام تیرا
جنگل میں ہوئی ہے شام آقا
کیجے مری سمت خوش خرامی

اُس نے بھی کئے وہی سوالات
اس جامہ کو چاک کر کے دیکھو
یوسف کا قمیص تھا وہ کرتا
کیوں تم نے کیا یہ حال اظہار
ہر حال میں راستی سے ہو کام
کرتا نہیں اس میں میں خیانت
بچوں کی تھی پُر اثر وہ تقریر
دل کھینچ لیا ہے لب ہلا کر
قائم رہو ماں کے عہد پر تم
ہوتا ہوں تمہارے آگے تائب
جب راہزنی تھی اپنا پیشہ
یوں بھی کریں تیری پیروی ہم
فرماتے ہیں ہاتھ پر ہمارے
شیطان کے دام میں پھنسا ہوں
لٹتا ہے غریب آہ سرکار
لِلّٰہ ادھر بھی کوئی پھیرا
قطاع طریق ہیں مقابل
کہتے ہوئے لاتخف عادم

فرمائی حضور نے وہی بات
نکلے صادق کی کرتے تائید
تصدیق وہ چاک کیوں نہ کرتا
فرمایا کہ ماں کی تھی نصیحت
ہر کام میں لب اسی سے ہو کام
سردار نے جب سنا یہ احوال
کیوں کرتی نہ دل میں گھر وہ تقریر
رونے سے جو کچھ افاقہ پایا
اور عہدِ خدا کو ہم کریں گم
دیکھا جو یہ اسکے ساتھیوں نے
سردار رہا ہے تو ہمیشہ۔
تائب ہوئے مال قافلہ کا
کی توبہ انہوں نے سب سے پہلے
اب میری مدد کو آؤ یا غوث
درکار ہے اک نگاہ سرکار
مضطر ہے بہت غلام آقا
نزدیک ہے شام در منزل
ہو جائے شبِ الم کنارے

آجاؤ کہ دن پھریں ہمارے

روائیت دیگر

منقول ہے قول شیخ عمراں
عبدالرحمٰن کی کہ شاہِ ابرار
فرماتے ہیں اس طرح وہ ذیشاں
گر کوئی یہ ادعائے نسبت
اک دن میں گیا حضور سرکار
کہتا ہو کہ ہوں مرید حضرت

واقع میں نہ کی ہو بیعت اس نے
کیا وُہ بھی مریدوں میں ہو داخل
مقبول کرے خدائے برتر
ہے داخلِ زُمرۂ مُریداں
دیکھے تو کوئی حسن کہاں ہے
سرکار لُٹا رہے ہیں دولت
کیوں کوہ الم تجھے دبائے
دربارِ کریم ہے دُرربار
رد کرنے کا نہیں ہے معمول
لے دولتِ عشرتِ دوامی

پائی نہ ہو یہ کرامت اُس نے
گویا ہوئے یُوں خُدا کے محبُوب
ہوں عفوگناہ اُس کے یکسر
ہاں مُژدہ ہو بہرِ قادریاں
وہ وقفِ غم و محن کہاں ہے
سلطان ہے بر سرِ عطا آ
کیوں کاوشِ غم تجھے ستائے
جھوٹوں بھی جو ہو غلام کوئی
ہیں نام کی نسبتیں بھی مقبول
اِس ہاتھ میں آ کے ہاتھ دیجئے

خرقہ نہ کیا گیا ہو حاصل
جو آپ کو ہم سے کر دے منسوب
ہو گرچہ اسیرِ دامِ عصیاں
ہے جوش پہ بحرِ فیض و احساں
کہدو کہ گئی الم کی ساعت
دامن پھیلائے دوڑتا آ
سرکارِ کریم ہے یہ دربار
اُس کا بھی رُکے نہ کام کوئی
تجھ کو تو ہے واقعی غلامی
اور دونوں جہان میں چین کیجے

احسانِ خدا کہ پیر پایا
اور پیر بھی دستگیر پایا

روایتِ دیگر

اے دل یہ بیاں ہے قابلِ سیر
حاضر تھے حضورِ غوثِ اعظم
ہم آج کہ بر سرِ عطا ہیں
حاجت سب کی روا کریں گے
یہ خواہشِ دل ہے تاجدار آج
میں اپنی طرف سے کچھ نہ چاہوں
ہے میری یہی مراد و حاجت
یا شاہ! ہے مطلبِ دلی یہ
پھر بولے حسن کہ شاہِ عالَم
حفظِ اوقات کی ہے حاجت

فرماتے ہیں حضرتِ ابوالخیر
فرمانے لگے جنابِ والا
اور مظہرِ رحمتِ خدا ہیں
سُنکر یہ ابوسعید اُٹھے
امداد ہو ترکِ اختیار آج
پھر حضرتِ ابن قائد اُٹھکر
پاؤں میں مجاہدہ کی قوت
ہو خوفِ خدا مجھے عنایت
یہ حال مرا فزوں ہو ہر دم
پھر بوالبرکات نے کہا یُوں

مَیں اور مرے ساتھ کچھ مکرم
مقبول حضور حق تعالے
جو کچھ مانگو عطا کریں گے
یُوں پیشِ جنابِ شیخ اُٹھے
یعنی کہ فقط یہ چاہتا ہوں
گویا ہوئے اسطرح کہ سرور
بزاز عمر نے عرض کی یہ
اور صدق و صفا عطا ہو حضرت
بولے یہ جمیل مجھ کو حضرت
محبوب ہو عشق مانگتا ہوں

پھر میں نے یہ عرض کی کہ سرکار
معلوم رہے یہ حال مجھ کو
پھر شیخ خلیل حاضر آئے

بندہ کہ وہ معرفت سے سرکار
رحمٰن کی طرف سے تھا یہ وارد
سائل ہوئے جا چ تطبیت کے
فرمائی جواب میں یہ آیت

فارق ہے جو واردات میں جو
شیطاں کی طرف سے تھا یہ وارد
پائی جو سوال سن کے فرصت

كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

یعنی کہ ہوا یہ سب سے ارشاد
کچھ حد نہیں فضلِ کبریا کی
ہے عام عطا یہ شاہ باذل
سر پاؤں پہ رکھ کے گود پھیلا
شاہا مری صرف یہ صدا ہے
تو میرا تو سب جہان میرا
ہے بیچ میں اک کریم باذل
یا تاروں میں چاند ہے ضیا بار
ذرّوں میں ہے مہر کی تجلّی
ایمان کی جان جان کی جان
گر پردۂ رُخ یہ دور فرمائیں
سورج کہے ذرّہ ہوں تمہارا
وہ آنکھیں قابلِ زیارت
جس میں یہ جمال میہماں ہو
اُن ہاتھوں کا ہے عجب نصیبا
برگشتہ نصیب ہے وہ غافل
کہد یجیے ان کے مدعی سے

ہم کرتے ہیں فضلِ رب سے امداد
ہو الخیر یہ کہتے ہیں قسم سے
ہیہات گدا کدھر ہے غافل
محتاج کو آج تاج دینگے
منگتا ترا تجھ کو مانگتا ہے
اے دل ہیں نثار فیض باری
گھیرے ہوئے ہر طرف سے سائل
محبوب ہے اپنے مالکوں میں
گھر آئے ہیں آئنہ پہ طوطی
کہتا ہوں یہ حسن کی زبانی
کیا بزم نصیب تک چمک جائیں
عالم سے نرالی ہیں ادائیں
ہو جنمیں یہ پیاری پیاری صورت
وہ پاؤں ہیں چومنے کے قابل
پایا ہے جنہوں نے دامن انکا
خالی ہے جو ان کی آرزو سے
مایوس جناں ہو تو ابھی سے

رُکتی ہے کہیں عطا خدا کی
مطلب جو طلب کئے تھے پائے
ہاں تھام لے دامنِ معلّے
ٹھیری ہے جو مانگی آج دینگے
بھٹکا پھرے کیوں گمان میرا
کیا بزم دکھائی پیاری پیاری
پروانوں میں شمع ہے نمودار
یا پھول ہزار بلبلوں میں
ہر عکس ہزار آن کی جان
ہم آج ہیں شرح مَنْ رَاٰنِیْ
ہو چاند چکوریں کے شیدا
دل کھینچنے والی ہیں ادائیں
اُس دل کی خوشی کا کیا بیاں ہو
طے جن سے ہو اُن کے گھر کی منزل
ایسوں سے پھرا ہوا ہے جو دل
وہ آنکھ بھری رہے لہو سے
کمبخت اگر یہی ہیں محتاج

تو کون ہے آج صاحبِ تاج
مردانِ خدا خدا نباشند
بدبخت ہے بدنصیب ہو وہ
اور تجھ کو ڈکار تک آئی
کب گرگ کے شر سے امن پائے
شیطاں نے تجھے کیا ہے مجنوں
اس درجہ ہے بدلگام تو اُف
پھر کیوں نہ دکھائیں یہ کرامت
زندوں کو خدا بنا لیا ہے
ان زندوں کی زندگی سے بے کور
فاعل ہے خدا یہ واسطا ہیں
بیکار ہیں یہ تری نظر میں
توہین کے بول بولتا ہے۔
کس طرح خدا خدا کو جانا
یا وحی سنا گئے فرشتے۔
گھر میں ترے چرخ سے گرا ہے
آج اُن کی تو کر رہا ہے توہین
جس گھر کی تجھے ملی غلامی۔
مردود ہے سب تری عبادت
خائن ہے تو حقِ اولیا میں
ہیں شومیِ بخت کے یہ ساماں
جو دامنِ ناخدا کو چھوڑے
اولوں کا بھی کچھ خیال رکھا
بس تیرے لئے نجات ہے یہ
ناپاکوں کے منہ عبث لگا تو

جو اِن سے ملا ملا خدا سے
لیکن ز خدا جدا نباشند
ایسوں کو برا کہا ستمگر
اُف رے ترے معدہ کی صفائی
کہتا ہے تو ان کو خاک کا ڈھیر
کیا تو نے سنا نہ لَا يَمُوتُونَ
قدرت انہیں دی ہے کبریا نے
کیا جائے عجب ہے خرقِ عادت
اُن زندوں کے آ گئے روپ بدلے
جا مُر رہے تو خود ہے زندہ در گور
قرآن کی آیت جمیلہ۔
بے زینے چڑھا گرا سقر میں
اِک امر کا تجھ سے ہوں میں سائل
اسلام کہیں سے مول لایا
کیا دین ہے باپ کی کمائی
یا دین زمیں سے اُگا ہے۔
اِحسان کا کیا یہی عوض تھا
زیبا تھی وہاں نمک حرامی
رہبر سے الگ چلا ہے غافل
سچ جان کہ آ گیا بلا میں۔
ایمان کا اب سے سلے نہ تو نام
منجدھار میں اپنی ناؤ توڑے
اِن باتوں کو اپنے دل سے کر دور
سو بات کی ایک بات ہے یہ
پڑھ کوئی غزل کہ وجد آ جائے

جو اِن سے پھرا پھرا خدا سے
جو اِن سے پھرے عجیب ہے وہ
ایمان نکل گیا ستمگر
چوپاں سے الگ الگ جو جائے
ناپاک تری سمجھ کا ہے پھیر
کیا سوجھی ہے منکرِ تصرف
مقبول کیا انہیں خدا نے
مشرک تجھے شرک سوجھتا ہے
حکام و حکیم سے مدد لے
غافل کہ مدد کے معنے کیا ہیں
خود کہتی ہے وَابْتَغُوا الْوَسِيلَة
تعظیم سے اُن کی تو پھرا ہے
دے اِس کا جواب مجھ کو غافل
خالق نے کیا کلام تجھ سے
یا اُمِّ شفیقہ ساتھ لائی۔
جن لوگوں سے کل تجھے ملا دین
نیکی کا مگر یہی ہے بدلا۔
مقبولوں سے ہے تجھے عداوت
کس طرح تجھے ملے گی منزل
محسن کے بھلا دیئے ہیں احسان
بدنام کنندۂ نکو نام
نجدی پہ جو سر منڈا کے بیٹھا
کیوں ان سے ہٹا ہے بے مروّت
ہے خیر حسن کدھر گیا تو
مستانہ سخن ترے دکھا جائے

غزل

اللہ برائے غوث اعظم
اے محوِ لقائے غوثِ اعظم

سُوکھی ہوئی کھیتیاں ہری کر
قربانِ عطائے غوثِ اعظم

وہ اور ہیں جنکو کہیے محتاج
گوش شنوائے غوثِ اعظم

بیگانے بھی ہوگئے یگانے
پھیلی ہے ضیائے غوثِ اعظم

کیوں حشر کے دن ہو فاش پردہ
نقش کفِ پائے غوث اعظم

اے غم جو ستائے اب تو جانوں
ہر تار قبائے غوثِ اعظم

دے مجھ کو ولائے غوثِ اعظم
وہ کون کریم صاحبِ جُود

اے ابرِ سخائے غوثِ اعظم
کیا تیزیِ مہرِ حشر سے خوف

ہم تو ہیں گدائے غوث اعظم
کیوں ہم کو ستائے نارِ دوزخ

دلکش ہے ادائے غوثِ اعظم
جو دم میں غنی کرے گدا کو

ہیں زیرِ قبائے غوثِ اعظم
اے دِل نہ ڈران بلاؤں سے اب

لے دیکھ وہ آئے غوثِ اعظم
سب کھولیے عقدہائے مُشکل

دیدار خدا تجھے مبارک
ہیں کون گدائے غوث اعظم

امیدیں نصیب مُشکلیں حل
ہیں زیر لوائے غوث اعظم

ہیں جانب نالۂ غریباں
کیوں رد ہو دعائے غوث اعظم

آنکھوں میں ہے نُور کی تجلی
وہ کیا ہے عطائے غوثِ اعظم

آئینہ سُوئے روئے خوبرویاں
وہ آئی صدائے غوث اعظم

تارِ نفسِ ملائکہ سے ہے
آے ناخنِ پائے غوثِ اعظم

کیا اُن کی ثنا لکھوں حسن میں
جاں باد فدائے غوث اعظم

روائیتِ دیگر

منقول ہے قاسم و عمر سے
جب چھک کے گرے حضور منصور

ہوتا جو وہ عہد ہم سے آباد
یاور ہیں ہم اُس کے تا قیامت

اس شانِ رفیع کے تصدق
لغزش میں نہ آئے پائے مرکب

دِل شاد ہوا ہے اس خبر سے
اسوقت میں تھا نہ کوئی ایسا

ہم کرتے ضرور اُن کی امداد
ہر حال میں اُس کا ساتھ دینگے

اس لطف وسیع کے تصدق
ثابت قدمی بہ لطف دیجائے

کہتے تھے حضور مایۂ نُور
جو ہاتھ پکڑ کے روک لیتا۔

جو شخص ہوا ہے ہم سے بیعت
پھسلے گا قدم تو ہاتھ دینگے

یا غوث صراط پہ چلوں جب
جنت مجھے ہاتھوں ہاتھ لیجائے

گھبرائے صراط پہ نہ خادم
حافظ ہو صدائے رَبِّ سَلِّمْ

روائتِ دیگر

کہتے ہیں عدی بن مسافر
ہونے لگی انجمن پریشاں
کہنے لگے اس طرح وہ ذیشاں
تھا قطرہ فشاں اِدھر اُدھر ابر
آئے حاکم و بادشاہِ عالم
چھائے ہیں الم کے کالے بادل

تھا مجلسِ وعظ میں میں حاضر
دیکھے جو یہ برہمی کے اطوار
ہم تو کریں جمع تو پریشاں
اللہ رے جلالِ قادریت
اے دادرس و پناہِ عالم
سینہ میں جگر ہے پارہ پارہ

ناگاہ ہوا شروع باراں
سر سوئے فلک اٹھا کے یکبار
فوراً وہ مقام چھوڑ کر ابر
قربانِ کمالِ قادریت
گھر آئے ہیں غم کے کالے بادل
بند اِدھر بھی اِک اشارہ

روائتِ دیگر

عیسیٰ نے وہ ماجرا سنایا
آکر یہ کیا کسی نے اظہار
مرقد میں ہے درد مند ہر دم
کیا ہم سے وہ کر چکا ہے بیعت
مخبر نے کہا کہ شاہِ ذی جاہ
محروم یہ ہے قرون پرستا
پھر آپ یہ سر اُٹھا کے بولے
دیکھا تھا جمالِ روئے انور
اُس قبر کو جا کے پھر جو دیکھا
کی جس کی ادا نے جانفزائی
کیا جوشِ سرور آجکل ہے
سوتی ہوئی قسمتیں جگا دیں
عالم سے خزاں ہوئی روانہ
ہر پیڑ نہال ہو رہا ہے

جس نے دلِ مردہ کو جلایا
اِک شخص کہ حال میں مرا ہے
ہے شور و فغاں بلند ہر دم
کیا اُس کا یہاں ہوا ہے آنا
ان باتوں سے میں نہیں کچھ آگاہ
کچھ دیر مراقبہ کیا پھر
دیتے ہیں ہمیں خبر فرشتے
اور دِل میں گمانِ نیک لایا
فریاد کا کچھ اثر نہ پایا
کیوں جان میں جان آ نہ جائے
ہر دِل سے نشاط ہم بغل ہے
ہیں وقفِ زباں خوشی کی باتیں
آیا ہے بہار کا زمانہ
کیا موسمِ گُل نے گدگدایا

کہتے ہیں کہ پیشِ شاہِ ابرار
کیا جانیئے اُس پہ کیا بلا ہے
فرمانے لگے یہ سُن کے حضرت
کھایا ہے ہمارے گھر کا کھانا
ارشاد ہوا کرم کا جھالا
ہیبت ہوئی روئے شہ سے ظاہر
اس شخص نے ایک بار سرور
اس وجہ سے حق نے اُسکو بخشا
عیسیٰ نے عجب خبر سنائی
اُڑتے ہوئے آسرے بندھائے
شادی نے وہ نوبتیں بجا دیں
دن عیش کے خورمی کی باتیں
عشرت کا سماں بندھا ہوا ہے
ہر پھول نے قہقہہ اُڑایا

آنکھوں میں بسا ہے جلوۂ گُل
ہر پھُول چمن چمن ہے خنداں
مستوں کو صبا پکار آئی
ہاتھوں میں لئے ہوئے گریباں
جب تک کہ ہے یہ بہار باقی
سر بیچنے کو چلیں خریدار
اک شور ہے سبزہ زار دیکھو
ہے سب سے نئے چلن کی رفتار
ہونٹوں میں بھرا ہُوا تبسّم۔
دل سینہ میں دل میں آرزوئیں
یا غوث ترے نثار جاؤں۔
کیا ذکر وہاں غم و الم کا
سُلطانِ کرم تُو گدا مَیں۔
زندانِ گناہ میں گرفتار
بندے کو عذاب سے بچا لو
کردو مجھے محوِ حُسنِ رُخسار
دل سے خلشِ الم نکل جائے
مرقد مجھے خانہ باغ ہو جائے
عزّت سے مری بسر ہو دُنیا
محتاج رہوں نہ میں کسی کا
ماں میری کہ ہے کنیزِ سرکار
ہو لطفِ حضور سایہ گستر
جس طرح کہ اب ہیں شیر و شکر
جنّت میں بھی ساتھ ساتھ جائیں
سرکار کرم سے عنایت۔

کیونکر نہ ہو باغ باغ بُلبُل۔
شبنم نے لٹائے ہیں جو گوہر
گُلزار چلو بہار آئی۔
کرنے لگی فصلِ گُل اشارہ
دامن میں رہے نہ تار باقی
مستوں نے کیا ہجوم ہر سمت
صحرا کو چلو بہار دیکھو
آنکھوں میں بہارِ اشکِ شادی
خاموش کبھی کبھی تکلّم۔
کیفیت ذوق و وجد طاری
قربان ہزار بار جاؤں۔
وہ مژدہ سُنا دیا ہے تُو نے
کھاتا ہوں تیرا دیا ہُوا مَیں۔
پیدا کرو گرہ کُشائی۔
اپنے درِ پاک پر بُلا لو۔
دیکھوں جو بہارِ جلوۂ حُسن
ارمان کے ساتھ دم نکل جائے
محشر میں نہ پاؤں شرمساری
ذلّت نہ ہو مجھ کو روزِ عقبےٰ
مغفور ہوں میرے سب اب و جد
غم دُکھ سے نہ ہو کبھی خبردار
غم اُن سے جُدا رہے ہمیشہ
یُوہیں رہیں ہم جناں میں مِلکر
دلشاد رہیں حسین و حامد
ہو دونوں کو دو جہاں کی نعمت

آباد سرور ہے گلستاں
ہے شاہدِ گُل کی یہ نچھاور
تیار ہوئے جنوں کے ساماں
ہو دامن و جیب پارہ پارہ
سودے کا جما ہے آج بازار
ہے موسمِ گُل کی دھوم ہر سمت
دیکھے تو کوئی حسن کی رفتار
چہرہ سے ظہور بامرادی
کرتی ہیں کسی کی جستجوئیں
ہر گام لب و زباں سے جاری
ہو جوشِ جہاں ترے کرم کا
روتوں کو ہنسا دیا ہے تُو نے
بادشاہ غلام ہے خطا کار
اِس دامِ بلا سے دو رہائی
عارض سے نقاب اُٹھا کے اک بار
ہو جاؤں نثارِ جلوۂ حُسن
پُر نور مرا چراغ ہو جائے
ہو ساتھ ترے ترا بھکاری
کافی ہو مجھے ترا سہارا
ہوں منزلِ نُور اُن کے مرقد
کونین میں میرے بھائیوں پر
مقبولِ دُعا رہے ہمیشہ۔
دُنیا میں الگ نہ ہونے پائیں
آباد رہیں حسین و حامد
دونوں کی جُدا نہ کیوں ہو دل سے

مشہور ہے میرے دونوں میٹھے
بس اے دلِ محو التجا بس

ثنا پا میرے دوست اور اعزہ
مشتاقِ حصول مدعا بس

منظورِ کرم رہیں ہمیشہ۔
بغداد سے آتی ہیں صدائیں

تمام

مقبول ہوں یہیں تری دعائیں

مشد

مثنوی در ذکرِ ولادت شریف حضور سرورِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

وہ اٹھی دیکھ لو گرد سواری
کسی کی جان کو تڑپا رہی ہیں
خدا جن کے شرف پر سب بنی ہیں
یہی فریاد رس ہیں بے بسوں کے
اسیروں کے یہی عقدہ کشا ہیں
انہیں سے ٹھیک ہی ایمان کی کل
انہیں سے ٹھیک ہو سامانِ عالم
یہی کرتے ہیں ہر ناشاد کو شاد
انہیں پر دونوں عالم مر رہے ہیں
انہیں سے چاہتی ہیں داد چڑیاں
انہیں کی کرتے ہیں اشجار تعظیم
یہی دُکھ درد کھو دیتے ہیں دم میں
انہیں ہر دم خیالِ عاصیاں ہے
مچی ہے دو جہاں میں دھوم انکی
یہی ہیں جو عطا فرمائیں دولت
محمد مصطفٰے ہے نام ان کا
بدن میں وہ عبائے نور آگیں
جھکا ہے رحمتِ باری کا پلہ
سواری میں ہجومِ عاشقاں ہے

عیاں ہونے لگے انوارِ باری
مؤدب ہاتھ باندھے آگئے آگے
یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں۔
یہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتے ہیں
غریبوں کے یہی حاجت روا ہیں
شکیبِ بیقراراں ہے انہیں سے
انہیں پر ہے تصدق جانِ عالم
انہیں کی ذات ہو سب کا سہارا
انہیں پر جان صدقے کر رہے ہیں
انہیں کو پیڑ سجدے کر رہے ہیں
انہیں کو کرتے ہیں احجار تسلیم
یہی کرتے ہیں ہر مشکل میں امداد
انہیں پر آج بارِ دو جہاں ہے
سہارا ہیں یہی ٹوٹے دلوں کے
کریں خود جو کی روٹی پر قناعت
مزین سر پہ ہے تاجِ شفاعت
کہ جس کی ہر ادا میں لاکھ زینیں
یہی دامن تو ہیں ایجانِ مضطر
کوئی چپ ہے کوئی محوِ فغاں ہے

نقیبوں کی صدائیں آرہی ہیں
چلے آتے ہیں کہتے آگے آگے
یہی والی ہیں سارے بیکسوں کے
یہی بندِ الم کو توڑتے ہیں
یہی ہیں بیکلوں کی جان کی کل
قرارِ دلفگاراں ہے انہیں سے
یہی مظلوم کی سنتے ہیں فریاد
انہیں کے در سے ہو سب کا گزارا
انہیں سے کرتی ہیں فریاد چڑیاں
انہیں کے پاؤں پر سر دھر رہے ہیں
انہیں کو یاد سب کرتے ہیں غم میں
یہی سنتے ہیں ہر بیکس کی فریاد
کسے قدرت نہیں معلوم ان کی
یہی مرہم ہیں غم کے گھائلوں کے
فزوں رتبہ ہو صبح و شام ان کا
عیاں ہے جس سے معراجِ شفاعت
کہوں کیا حال نیچے دامنوں کا
مچل جائینگے ہم محشر میں جن پر
کوئی دامن سے لپٹا رو رہا ہے

کوئی ہر گام محوِ التجا ہے
کوئی کہتا ہے حق کی شان ہیں یہ
کوئی کہتا ہے میری جان ہیں یہ
یہ کہتا ہے کوئی بیمارِ فرقت
ترقی پر ہے اب آزارِ فرقت
اِدھر بھی اِک نظر او تاج والے
کوئی کب تک دلِ مضطر سنبھالے
ز مہجوری بر آمد جانِ عالَم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم
نہ آخر رحمۃ اللعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی
بدہ دستے ز پا افتادگاں را
بکن دلداریٔ دلدادگاں را
بہت نزدیک آپہنچا وہ پیارا
فدا ہے جان و دل جس پر ہمارا
اُٹھیں تعظیم کو یارانِ محفل
ہوا جلوہ نما وہ جانِ محفل
خبر تھی جن کے آنے کی وہ آئے
جو زینت ہیں زمانے کی وہ آئے
فقیرو جھولیاں اپنی سنبھالو
بڑھو سب حسرتیں دل کی نکالو
پکڑ لو ان کا دامن بے نواؤ
مرا ذمہ ہے جو مانگو وہ پاؤ
مجھے اقرار کی عادت ہے معلوم
نہیں پھرتا ہے سائل انکا محروم
کرو تو سامنے پھیلا کے دامن
یہ سب کچھ دینگے خالی پاکے دامن
حسن ہاں مانگ لے جو مانگنا ہو
بیاں کر آپ سے جو مدعا ہو
مرے آقا مرے سردار ہو تم
مرے مالک مرے مختار ہو تم
تصدق تم پہ اپنی جان کر دوں
ملیں تو دو جہاں قربان کر دوں
تمہیں افضل کیا سب سے خدا نے
دیا تاجِ شفاعت کبریا نے
تمہیں سے لو لگائے بیٹھے ہیں ہم
تمہارے در پہ آئے بیٹھے ہیں ہم
تمہارا نام ہم کو حرزِ جاں ہے
یہی تو دارویٔ دردِ نہاں ہے
بلا لیجے مدینے میں خدا را۔
نہیں اب ہند میں اپنا گزارا
تمہارا در ہو اور ہو سر ہمارا
اسی کوچہ میں ہو بستر ہمارا
قضا آئے تو آئے اس گلی میں
رہے باقی نہ حسرت کوئی جی میں
نہ ہو گور و کفن ہم کو میسر
پڑا یوں ہی رہے لاشہ زمیں پر
سگانِ کوچۂ پُر نور آئیں۔
مرے پیارے مرے منظور آئیں
مرے مُردے پہ یوں آ کر فراہم
غذا اپنی کریں سب مل کے باہم

تمام
ہمیشہ تم پہ ہو رحمت خدا کی
دعا مقبول ہو مجھ سے گدا کی
شد

مثنوی ناتمام

یا رب تو ہے سب کا مولےٰ
سب سے اعلےٰ سب سے اولےٰ
تیری ثنا ہو کس کی زباں سے
لائے بشر یہ بات کہاں سے
تیری اِک اِک بات نرالی
بات نرالی ذات نرالی
تیرا ثانی کوئی نہ پایا۔
ساتھی ساتھی کوئی نہ پایا
تو ہی دے اور تو ہی دلائے

تیرے دیئے سے عالم پلے
کوئی تیرا کیا بھید بتائے
کوئی نہیں کچھ سب کچھ تو ہے
تجھ پر ذرہ ذرہ ظاہر
کوئی اور ٹھکانا کیسا ۔
تو ہی چھڑا دے تو ہی ملا دے
تھا تو ہی تو ہوگا تو ہی
تیری قدرت کا ہے نمونہ

تو ہی اول تو ہی آخر
تو وہ نہیں جو فہم میں آئے
تو ہی ڈبوئے تو ہی اچھالے
نیت ظاہر ارادہ ظاہر
تو ہی یاد دلا کے بھلائے
تو ہی گما دے تو ہی بتا دے
تیرے در سے جو بھاگ کے جائیں
نارِ خلیل و بادِ مسیحا ۔
سب ہیں تیرے در کے بھکاری

تو ہی باطن تو ہی ظاہر
پہلے نہ تھا کیا اب کچھ تو ہے
تو ہی بگاڑے تو ہی سنبھالے
تجھ سے بھاگ کے جانا کیسا
تو ہی بھلا کر یاد دلائے
کوئی نہ تھا جب بھی تھا تو ہی
ہر پھر تیرے ہی در پر آئیں
آٹھ پہر ہے لنگر جاری

نعت شریف کے اشعار جاتے رہے ۔

صانع نے اک باغ لگایا ۔
گلشن گلشن صحرا صحرا
خوب گھریں گھنگھور گھٹائیں
موجیں کرتی موجیں لائیں
سبزہ لہریں لیتا نکلا ۔
ساعت آئی جام و سبو کی
چپے چپے ہوائیں گھومیں
جوبن اور گدرایا جوبن
چٹکیں کچی کچی کلیاں
جگنو چمکے ڈالی ڈالی
چال میں سو انداز دکھاتی
غم کو گھٹاتی دل کو بڑھاتی
گھونگھٹ اٹھائے شاہدِ گل کا
فرطِ طرب سے ہنستی ہنساتی

باغ کو رشکِ خلد بنایا
چھائے لطف و کرم کے بادل
کرنے لگیں غل شور گھٹائیں
سرد ہوا کے آئے جھونکے
مینہ کو دعائیں دیتا نکلا
پھرتی ہے بادِ صبا متوالی
پتلی پتلی شاخیں جھکی ہیں ۔
گل پر بلبل سرو پر قمری
خوشبو نکلی بس گئیں کلیاں
کیونکر کہیے بہار کی آمد
طرزِ خرامِ ناز اڑائی ۔
یاس کو کھوتی آس بندھاتی
رنگ جمائے ساغرِ گل کا
ساتھ میں بادل کالے کالے

خلد کو اس سے نسبت ہو کیا
آئے نیل و نعم کے بادل
لہریں کرتی نہریں آئیں
آنکھوں میں نیند کو لائے جھونکے
بولے پپیہے کوئل کو کی
پتے پتے ڈالی ڈالی ۔
فصل بہار پر آیا جوبن
بولے اپنی اپنی بولی ۔
آئیں گھٹائیں کالی کالی
آمد اور کس پیار کی آمد
رنگِ رخِ گل رنگ دکھاتی
آنکھ کے رستے دل میں سماتی
طرزِ تبسم سب کو دکھاتی
مستِ طرب برساتے جھالے

تشنہ لبوں کو پانی دیتی۔
برق سے پیہم ہنستی اکڑتی
حُسن سراپا نُور کا عالم
ابرِ سیہ سے کھولے کاکل
اوڑھے دوپٹہ آبِ رواں کا
غازۂ عارض جلوۂ گلشن۔
باغ نے کی پھولوں کی نچھاور
نہر آئینہ دکھانے لائی
غُل ہے بادِ بہاری آئی۔
آئی اور کس ناز سے آئی
رنگِ خزاں عالم سے ہوا ہے

مژدۂ راحتِ جانی دیتی
آتشِ غم پر چھینٹا دیتی
سر سے پا تک حور کا عالم
پھول کا سر سے پا تک زیور
برق نے جس پر لچکا ٹانکا
آتشِ گُل سے کا جل پارا
ڈالی لائے پیڑ بنا کر
غُنچوں نے اپنی گٹھڑی کھولی
شاہدِ گُل کی سواری آئی
پھُولے پھُول عنادل چہکے
پھولوں سے گلزار بھرا ہے

ابر سے دو دو چھینٹے لڑتی
سوختہ دل کی دعائیں لیتی
مستِ جوانی محوِ تجمل
شکلِ عروسِ تازہ معطر
لب کی مسی ہے رنگِ سوسن
سُرمہ لگایا پیارا پیارا
کنگھی شانہ بنا کر لائی۔
کشتی لائے قبائے گُل کی
اب کی بہار انداز سے آئی
گلشن مہکے صحرا مہکے
دامن گلچیں دامن دامن

بھرنے لگے گلہائے گلشن

قصائد

آئیں بہاریں برسے جھالے
دل کو پڑے ہیں جان کے لالے
کویل اپنی کوک میں بولی۔
قہر ہیں اٹھتے جوبن والے
عارضِ گُل سے پردہ اُٹھا۔
شوقِ رویت دیکھے بھالے
بوٹے گلرویانِ کم سن
پودے پودے نھالے تھالے
بانٹتی ہے نیرنگی موسم۔

نغمہ سرا ہیں گلشن ڈالے
ابرِ بہاری جم کر برسا
آئے بادل کالے کالے
پھیلی ہیں گلشن میں ضیائیں
بلبلِ مضطر دل کو سنبھالے
سن کے بہار کی آمد آمد
پیارے پیارے بھولے بھالے
جمع ہیں عقدِ اِس گل میں
بزم میں سُرخ و سبز دوشالے

شاہدِ گُل کا جوبن اُبٹا
خوب چڑھے ہیں ندی نالے
حُسنِ شباب ہے لالہ و گُل پر
شمع و لگن ہیں سرو اور تھالے
جوشِ طبیعت روکے نہ رُکے
ہوش سے باہر ہیں متوالے
فیضِ ابرِ بہاری پہنچا۔
سب رنگین طبیعت والے
نکہت آئی عطر لگانے۔

پھولوں نے ہار گلوں میں ڈالے
گاتے ہیں بلبل کے عنادل
کس سے سنبھلے کون سنبھالے
کیسا موسم پیارا موسم
تارے رخصت ہونے والے
آئی کان میں بانگِ مؤذن
ہجر کی شب کے رونے والے
عشق سراپا عجز و زاری
نیند سے چونکے سونے والے
دیکھیے بادہ کشوں کی آمد
تیرے صدقے اے متوالے
خشکی لب سے دم ہے لبوں پر
لا اے پینے پلانے والے
رنگ پہ پھر آجائیں ترنگیں
خوب مزے کر کر کے اٹھا لے
کہتے اٹھے ہر رند سے بادل
آج تو حوضِ مے میں نہا لے
بادۂ حسن و رنگشِ گلشن
ڈال دیا صیاد کے پالے
ہجر میں بارش اور غضب ہے
جلتے ہیں اور بھی جلنے والے
اے تری قدرت دیدۂ تر کو
پڑ گئے کام و زباں میں چھالے
آئے ترس اس دکھ پر کس کو
زخم ہوئے چھل چھل کر آلے
پنکھے جھلنے والی نسیمیں
سہرا مبارک ہو ہریالے
آنکھ نے کیا کیا دل کو ابھارا
اس پر نورِ سحر کے اجالے
نکلے اپنے گھروں سے مسافر
چونکے مسجد جانے والے
کوئی کسی سے طالبِ رخصت
حسن و نازش رد سوالے
ساقی نے میخانہ کھولا
لب پہ دعا ہاتھوں میں پیالے
داتا آج پیالا بھر دے
پیارے کب تک ٹالے بالے
گہرا سا اک جام عطا کر
لطفِ سرور سے روح مزا لے
جب ہوں قائل تیزیٔ مے کے
دل کو بڑھا لے غم کو گھٹا لے
ہاں اے لغزشِ پا کے شیدا
بیخود ہیں سب دیکھنے والے
سوزِ فراق نے آگ لگا دی
پڑتے ہیں زخمی دل پر چھالے
فصلِ بہاراں صحنِ گلستاں
آنکھیں دکھائیں ندی نالے
کنجِ قفس آلامِ جدائی۔
مجھ بیکس کی کون دعا لے
جو کچھ گزری جو کچھ بیتی۔
بادل پانی دینے والے
ایسی فصل میں جوشِ طبیعت
تارِ نظر کے ڈورے ڈالے
شمعوں کے چہروں پہ سپیدی
گھر بھر کر کے خدا کے حوالے
بھولے کچھ احباب سے مل کر
درد انگیز کسی کے نالے
خواب ہوئی آنکھوں سے رخصت
سائل آئے جھولی ڈالے
خواہش مے ہے سب کی زباں پر
ہمسے فقیروں کی بھی دعا لے
شوق کہ ہم بہلائیں کہاں تک
جھوم کر آئیں کیف نرالے
لغزشِ پا کے ہاتھوں بیکس
ہاتھ میں اڑ کر آئیں پیالے
پینا کیسا پلانا کیسا۔
گرتے گرتے لطف اٹھا لے
ایسی فصل میں بخت نے ہمکو
آتشِ گل کے چھالے ڈالے
آگ لگا دی اپنے مینہ کو
کوسے رقیب و راہ جھلے
سوزِ جدائی کس کو سناؤں
گوشۂ عزلت ماہ خیالے
پنجۂ وحشت تو نہ ہوا شل
کس سے کہیں دکھ بھرنے والے

اے ظالم اے دردِ جدائی
دل میں چٹکی لینے والے
تیرے بس میں قید ہوئے ہیں
خاموشی کو باتیں سنا لے
سب کے حامی سب کے یاور

اب تو پڑے ہیں تیرے پالے
ناؤ میں خاک کہاں سے آئی
جتنا ستایا جائے ستا لے
اُن سے کریں گے تیری شکایت
جان کی راحت دل کے اُجالے

جان غضب میں ہے تیرے ہاتھوں
کھاتا ہے تو ظالم کھا لے
مردے ہونٹوں کو آہ و فغاں پر
ہم ہیں جن کے ناز کے پالے
عرض کروں اب مطلع ایسا

دل سے جو خارِ الم کو نکالے

مطلعِ دیگر

چھائے غم کے بادل کالے
آ اے ہاتھ پکڑنے والے
خاک مری پامال ہو کب تک
پیارے اپنے در پہ بلا لے
ناری دے کر خطِ غلامی
میں مرے مطلب تیرے حوالے
بگڑی بات کو تو ہی بنائے
تم نہیں کرتے ٹالے بالے
دیکھیں جنہوں نے تیری آنکھیں
شمس و قمر کے گھر کے اُجالے
آفت میں ہے غلام ہندی
سینکڑوں ہیں دکھ دینے والے
آج ہے پیشی میں ہوں مجرم
میری بگڑی بات بنا لے
گھر گھر آئے گم کے بدرا

میری خبر آ کے مدینے والے
زلف کا صدقہ تشنہ لبوں پر
نیچے نیچے دامن والے
کام گئے بے سوچے سمجھے
تجھ سے لیں جنت کے قبالے
تیرے صدقے تیرے قرباں
ڈوبتی ناؤ کو تو ہی سنبھالے
وسعتِ خوانِ کرم کے تصدق
وہ ہیں حق کے دیکھنے والے
ابرِ لطف و غلافِ کعبہ
تیری دہائی مدینے والے
تیرے لطف ہوں میرے یاور
زیرِ دامن مجھ کو چھپا لے
تورے بل بل جاؤں کھویا
جیرا کانپت کملی والے

گرتا ہوں میں لغزشِ پا سے
برسا مہر و کرم کے جھالے
پھرتا ہوں میں مارا مارا
راہ چلا بے دیکھے بھالے
تو ترے احساں میرے یاور
میرے آس بندھانے والے
تم سے جو مانگا فوراً پایا
دونوں عالم تم نے پالے
تیرے عارض گورے گورے
تیرے گیسو کالے کالے
تنہا ہیں اے حامیِ بیکس
تیرا قہر عدو کو جا لے
روزِ حساب اور مجھ سا عاصی
ندیا گہری نیّا ہالے
رین اندھیری دور نگریا

توری دُہائی جگ اُجیالے	تن من دھن کی سُدھ بُدھ بسری	موری کھبریا مورے پیارے
نیناں کے بلہاری جاوے	درسن بھیکچا جو منگتا ہے	وا کو سمندر پار ہو جاوے
جا کو ڈراویں ندی نالے	اپنے حسین وحسن کے حسن کو	زہر کرب و بلا سے بچالے

قصیدہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب قادری مجیدی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں

ساقیا کیوں آج رندوں پر ہے تو نامہرباں
کیوں نہیں دیتا ہمیں جام شراب ارغواں

تشنہ کاموں پر ترس کس واسطے آتا نہیں
کیوں نہیں سُنتا ہے میخواروں کی فریاد و فغاں

جام کیوں اوندھے پڑے ہیں کیوں ہیں منہ شیشوں کے بند
عُقدہ لاحل بنا ہے کیوں خُمِ مے کا دہاں

کیوں صدائے قلقل کی مینا سے نہیں ہوتی بلند
کیوں اُداسی چھا رہی ہے کیوں ہوئی سونی دکاں

کیوں ہے مُہرِ خامشی لب بر سبو کے جلوہ ریز
کیوں نہیں کھلتا مجھے کیا بندھا ہے یہ سماں

کس قدر اعضا شکن ہے یہ خمارِ جاں گسل
ہے جماہی پر جماہی ٹوٹتی ہیں ہڈیاں

کیا غضب ہے تجھ کو اس حالت پہ رحم آتا نہیں
خشک ہے مُنہ میں زباں آتی ہیں پیہم ہچکیاں

آمدِ بادِ بہاری ہے گلستاں کی طرف
فصلِ گلشن کر رہی ہے کیا ہی رنگ آمیزیاں

ابر کی اٹکھیلیوں سے جوبنوں پر ہے بہار
پڑ رہی ہیں پیاری پیاری ننھی ننھی بُوندیاں

چار جانب ہے گھٹاؤں نے بڑھائے ہیں قدم
توسنِ بادِ صبا پر لی ہے راہِ بوستاں

جشنِ گُل کا شور ہے فصلِ چمن کا زور ہے
ابر اُٹھا ہے گرجتا کوندتی ہیں بجلیاں

ٹکٹکی باندھے ہوئے نرگس تماشے پر ہے لوٹ
محوِ وصفِ جلوۂ گلشن ہے سوسن کی زباں

شاخِ گُل پر بلبلیں ہیں نغمہ سنجِ فصلِ گُل
سرو پر بیٹھی ہوئی کرتی ہیں کوکو قمریاں

اِسقدر ہے جوش پر حُسنِ عروسِ گُل کہ آج
باغ میں ملتی نہیں بُلبل کو جائے آشیاں

ٹھنڈی ٹھنڈی پیاری پیاری چلتی ہے بادِ نسیم
جھومتی ہیں وجد میں کیا کیا چمن کی ڈالیاں

مست و بیخود بیٹھے ہیں مُرغانِ گلشن شاخ شاخ
کر رہے ہیں اپنی اپنی لے میں مدحت خوانیاں

تاکہ دیکھے گُل کا جوبن نرگسِ مخمور بھی
سوتے سوتے چونک کر اُٹھی ہے ملتی انکھڑیاں

دیتے ہیں غُنچے چٹک یہ صدا ہر سمت سے
ہم بھی دیکھیں گے ذرا فصلِ بہاری کا سماں

کب ہیں یہ شبنم کے قطرے برگِ گُل پر آشکار
ہیں عروسِ گُل کے کانوں میں جڑاؤ پتیاں

گدگداتی ہے مرے دل کو ہوائے میکشی ‏ ‏ آرزوئیں کر رہی ہیں کس قدر اٹھکھیلیاں
حسرتیں کہتی ہیں ہم کو کس پہ چھوڑا آپ نے ‏ ‏ خواہشیں کرتی ہیں شکوے کیوں ہوئے نامہرباں
دیر کارِ خیر میں اس درجہ کرتا ہے کوئی ‏ ‏ ہاں خدارا ساقیا! ازرحم بحالِ نیم جاں
چار دن کی چاندنی ہے، پھر اندھیرا پاکھ ہے ‏ ‏ پھر کہاں ہم اور کہاں یہ دخترِ رز کی شوخیاں
پانی پی پی کر دعا دوں تجھ کو گر پاؤں مراد ‏ ‏ دیر کیوں کرتا ہے پیارے فصلِ گلشن پھر کہاں
دے کوئی ساغر چھلکتا سا شرابِ تند کا ‏ ‏ بول بالا ہو ترا آئے ساقئے حاتم نشاں
مدح کرنی ہے مجھے اک رہنما کے عرس کی ‏ ‏ چھوڑ کر فکرِ خط و خالِ حسینانِ جہاں
واہ وا کیا عرس ہے کیا عرس ہے کیا عرس ہے ‏ ‏ جس میں ہیں تشریف فرما غوث و ابدالِ جہاں
سر جھکائے بیٹھے ہیں حلقہ کئے سارے مرید ‏ ‏ حالِ دل کرتے ہیں سرکارِ معلّٰی میں عیاں
ہر ادا سے انکشافِ معنی و مقصود ہے۔ ‏ ‏ ہو رہا ہے کیا لطیفوں میں عیاں سترِ نہاں
ہے کہیں ذکرِ جلی تو ہے کہیں ذکرِ خفی ‏ ‏ اپنے اپنے حال میں مصروف ہیں پیر و جواں
دل کے آئینوں کی صیقل ذکر ارہ سے کہیں ‏ ‏ ہیں کسی جا ذکرِ قمری کی عیاں رنگینیاں
ضربِ الا اللہ سے کرتا ہے کوئی دل کو صاف ‏ ‏ ہے کہیں اثباتِ نفیٔ غیر کا لا سے عیاں
سب کو منہ مانگی مرادیں ملتی ہیں اس عرس میں ‏ ‏ آتے ہیں روتے ہوئے جاتے ہیں ہنستے شادماں
اس طرف ایسی بہاریں اُس طرف حکمِ خدا ‏ ‏ جاتی ہے سر پیٹتی اس بزم سے عمرِ رواں
کچھ خبر بھی ہے تجھے اے دل یہ کس کا عرس ہے ‏ ‏ پائی اس محفل نے کس سے زیب و زینِ عز و شاں
طالبِ مطلوبِ یزداں حضرتِ فضلِ رسول ‏ ‏ موردِ فضلِ رسول و رحمِ خلاقِ جہاں
سالکِ راہِ حقیقت رہبرِ مقصودِ شرع ‏ ‏ رہنمائے گمرہان و پیشوائے مرشداں
حاکمِ اصل فروع و عالمِ رمزِ اصول ۔ ‏ ‏ واقفِ حالِ حقیقت کاشفِ سترِ نہاں
حامیٔ دینِ پیمبر ماحیٔ بنیادِ کفر ۔ ‏ ‏ زاہدِ زینِ عبادت واعظِ شیوا بیاں
آفتابِ چرخِ علم و ماہتابِ برجِ حلم ‏ ‏ گوہرِ دُرجِ شرف یاقوتِ کانِ عز و شاں
شاہ دیہیمِ جلال و خسروِ تختِ کمال ‏ ‏ نائبِ شاہنشہِ کونین فخرِ مرسلاں
انجمن آرائے شرع و شمعِ بزمِ معرفت ۔ ‏ ‏ زینتِ بستانِ فقر و زیبِ گلزارِ جناں
سیفِ مسلولِ حقیقت فارسِ مضمارِ فقر ‏ ‏ طلعتِ شمعِ ہدایت مقتدائے سالکاں
مزرعِ اسلام کو ابرِ کرم ذاتِ جناب ‏ ‏ خرمنِ ادیانِ باطل کو ہے برقِ بے اماں

حاضرِ عرس مطلعے ہیں بہت اربابِ علم
وہ پڑھوں مطلع کہ سن کر سن ہوں سب اہلِ زباں

مطلع

گر کبھی فرمائے تو توحیدِ واحد کا بیاں
کہدے ہندوئے فلک بھی ٹھیک ہے یکساں

دی خدائے پاک نے تجھ کو حیاتِ بے ممات
لا یموتوں ہے تیری شان میں اے جانِ جاں

دینِ پیغمبر کو تیری ذات سے ہے تقویت
تیرے جلووں سے منور خطۂ ہندوستاں

تیرے اچھے ہونے میں کس کو رہی جائے سخن
تیرے مرشد کے ہیں مرشد حضرت اچھے میاں

ملحدوں کو بات تیری سیف ہے جبار کی
معتقد کو قول تیرا موجبِ امن و اماں

دے جو کچھ دینا ہے تجھ کو اسکے بدلے میں مجھے
تیرے در پہ لیکر آیا ہوں قصیدہ ارمغاں

ہو دعائے خیر میری دین و دنیا کی قبول
یہ صلہ پائے شہا تیرا گدائے آستاں

اے حسن اب کر دعا اللہ سے با التجا
کیا عجب ہے گر کہے آمیں گروہِ قدسیاں

یا خدا جب تک ہے مہر و ماہ میں جلوہ گری
دہر میں قائم رہے جب تک یہ دورِ آسماں

کنجِ خلوت میں ہو جب تک زاہد گوشہ نشیں
شمع کو حاصل ہیں جب تک انجمن آرائیاں

کعبہ کے در پہ ہے جبتک فرقِ زاہد سجدہ ریز
شاغلِ حمدِ خدا جب تک رہیں کرّوبیاں

جلوۂ وحدت رہے کثرت میں جب تک آشکار
صوفیوں کا دہر میں جب تک رہے نام و نشاں

مولوی عبدِ قادر زیبِ سجادہ رہیں
تابعِ فرمانِ والا ہو ہر اک پیر و جواں

دے مدد اقبالِ والا کو کلام اللہ پاک
پیشِ حضرت قول دشمن کا ہو شاخِ زعفراں

ان کے دشمن کو ہمیشہ کلفت و کربت نصیب
جو دعاگو ہیں رہیں فرحت نصیب و شادماں

یہ قصیدہ نذیر احمد خاں دہلوی مقلد سید احمد خاں کولی کے قطعہ کی رو میں ہے

توانائی نہیں صدمہ اٹھانے کی ذرا باقی
نہ پوچھو ہائے کیا جاتا رہا کیا رہ گیا باقی

زمانے نے ملائیں خاک میں کیفیتیں ساری
بتا دو گر کسی شے میں رہا ہو کچھ مزا باقی

نہ اب تاثیر مقناطیس حسنِ خوبرویاں ہیں
نہ اب دلکش نگاہوں میں رہا دل کھینچنا باقی

نہ جلوہ شاہدِ گل کا نہ مُل فریادِ بُلبُل کا
نہ فصلِ جاں فزا باقی نہ باغِ دلکشا باقی

نہ جوبن شوخیاں کرتا ہے اُونچے اُونچے سینوں پر
نہ نیچی نیچی نظروں میں ہے اندازِ حیا باقی

کہاں وہ قصرِ دلکش اور کہاں وہ دلرُبا جلسے
نہ اُسکا کچھ نشاں قائم نہ اُس کا کچھ پتا باقی

کہاں ہیں وہ چلا کرتے تھے جنکے نام کے سکّے
نشاں بھی ہے زمانہ میں اب انکے نام کا باقی

کہاں ہیں وہ کہ جن کے دم سے تھے آباد لاکھوں گھر
خدا شاہد جو اُن کی قبر کا بھی ہو پتا باقی

شجاعت اپنے سر پر ڈالتی ہے خاک میداں کی
نہ کوئی صف شکن باقی نہ کوئی سورما باقی

سحر جاکر اُسے دیکھا تو سناٹا نظر آیا۔
وہ محفل جسمیں شب کو تھی نہ تل رکھنے کی جا باقی

نہ کل تک نیند آتی تھی جنہیں بے فرشِ گل سے کل
نہیں آج اُن عزیزوں کے گھروں میں بوریا باقی

جنہیں سب جانِ جاں کہتے تھے جن پر جان جاتی تھی
فنا کے ہاتھ سے کوئی دن رہی اُن کی بقا باقی

مبارک دل مبارک آرزو ہے حکم عنقا میں
نہ اب وہ دل ہی باقی ہے نہ دل کا مدعا باقی

خدا ہی جانے کیا کیا گل ہوئے کس کس طرح مٹّی
خبر کی جب خبر پائیں کہ ہو کچھ بھی پتا باقی

کسی کو ذکر کرتے بھی نہ دیکھا اُن کا عالم میں
زبانِ حال پر شاید ہو کچھ یہ ماجرا باقی

عبث ہم یاد کرکے رو رہے ہیں آج پہلوں کو
ہمیں کل روئیں گے پچھلے اگر ہے یہ فنا باقی

یہ دو آنکھیں ہیں رونا سینکڑوں کی رہ گئیں کس کس کو
یہ اک دل غم بہت پھر ہم نہ سمجھائینگے کیا باقی

یہ مطلب ہے کہاں باتوں سے مطلب ہی نہ رکھیں ہم
ہمیں کیا مر گیا کوئی کہ کوئی بچ رہا باقی

جو کوئی مر گیا تو حکم ہی سے جان دی اُس نے
جو کوئی بچ رہا تو حکم ہی سے بچ رہا باقی

یہ جینا کیا مرے گر آج تو کل دوسرا دن ہو
مریں اُس زندگی پر جو رہے بعدِ فنا باقی

وہ پیاری زندگی کیا ہے یہی اسلام کی دولت
یہ ہے وہ بیبہا نعمت رہے جو دائما باقی

فنائے تاب مہر و ماہ ہے روشن زمانے پر
مگر اُس کا اجالا رات دن ہے ایک سا باقی

یہ سچ ہے ضعف کی حالت میں ہی اسلام بیشک ہو
مگر اب بھی ہے اس کی اگلی شوکت جابجا باقی

ابھی بُرجوں کے گرنے کی چلی آتی ہیں آوازیں
ابھی تک کوشکِ کسریٰ میں ہے وہ زلزلہ باقی

چمکتی ہیں ابھی تک بدر کے میدان میں تیغیں
نگاہوں میں ہے ابتک بجلیوں کا کوندنا باقی

مسلماں قبر میں بھی ہیں فدا صدیق اکبرؓ پر
ابھی تک یہ اثر ہے حبِّ یارِ غار کا باقی

ابھی تک خاک کے نیچے بہادر کانپ اُٹھتے ہیں
ابھی تک صولتِ فاروق کا ہے دبدبا باقی

غنی کی شرم کے جلوے مسلمانوں کے دلمیں ہیں
مسلمانوں کی آنکھوں میں ہے اب تک وہ حیا باقی

ابھی ہیں نعرہائے شیرِ حق کی گونج کانوں میں -
ابھی ہے ہیبتِ مرحب کش و خیبر کشا باقی

مسلمانوں کی تلواروں نے جو قبضے بٹھائے ہیں
رہیگا اُن کا پھل ان باغیوں پر دائما باقی

بیانِ شوکتِ اسلام پورا ہو نہیں سکتا -
فنا ہو جائیں گے ہم ذکر یہ رہ جائے گا باقی

مٹائیں شوق سے اسلام کو اسلام کے دشمن
وہ خود مٹ جائینگے اور یہ رہیگا دائما باقی

اگرچہ اس کی تلواروں نے بے گنتی ہی چھانٹے ہیں
مگر بدخواہ اس کے پھر بھی ہیں بے انتہا باقی

قدم رکھیں تو رکھیں پھونک کر اسلام کے رہرو
ابھی منزل میں ہیں کانٹوں کا کھٹکا جابجا باقی

مٹایا چاہتے ہیں دین کو ایمان کے دشمن
ابھی مرتد کے ہیں شیطان سے بے انتہا باقی

کہیں تقلید کے انکار پر تو سو دلیلیں ہیں
کہیں دعوے نہ چھوڑینگے درود و فاتحہ باقی

کہیں پابند دونوں ہاتھ کا رفع یدین اب تک
کہیں بالجہر آمیں پر ہے فریاد و بکا باقی

کسی جا بعد مُردن خاک کہہ دینا اکابر کو
کہیں توہینِ قبرِ انبیاء و اولیا باقی

کسی جا یارسول اللہ پر ہے شرک کا فتوے
کہیں کوشش نہ ذکرِ استمداد کا باقی

کہیں تسلیم پر ششِ مثل کے انکار سے منکر
کہیں تفہیم پر امکانِ کذبِ کبریا باقی

طریقِ ذکرِ محبوبانِ حق پر حجتیں قائم
جوازِ محفلِ میلاد پر چون و چرا باقی

لڑے جاتے ہیں موقعے پر کٹے مرتے ہیں مکڑے پر
ذرا دیکھیں تو ہے ایمان کا بھی کچھ پتا باقی

انھیں بیکار باتوں پر جھگڑ کر یہ ہوا حاصل
بجائے دین و ملت صرف جھگڑا رہ گیا باقی

یہانتک باغیوں نے فرع میں شاخیں نکالی ہیں
کہ اُن کی اصل میں اب کچھ نہیں غیر از خطا باقی

تبرے کی کہیں بوچھاڑ یارانِ پیمبر پر
کہیں آلِ نبی سے ہے تعلق رنج کا باقی

یزید اس کام کو اک سال کرکے نار میں پہنچا
یہاں ہے سینکڑوں سالوں سے نقلِ کربلا باقی

وہ پردیسی مسافر تخت سے اُن کو غرض مطلب
الٰہی پھر نمونہ ہے یہ کس کے تخت کا باقی

یہ تاشے باجے کب تھے سیدِ مظلوم کی جانب
کہ جنکا جاہلوں میں ہے ابھی تک بیٹھنا باقی

کہاں تک فتحِ ظالم کی بنائی جائیگی صورت
شہِ مظلوم سے کینہ رہیگا تا کجا باقی

محبت کا ہے دعوےٰ آل سے پر دیکھنا یہ ہے
عداوت کا دقیقہ کوئی ان سے رہ گیا باقی

تو ہُبٌ اور تشیّع سے ہوا جو کچھ ہوا لیکن	نہ رکھا نیچریت نے ذرا تسمہ لگا باقی

اگر دعوٰے براحتاج حجّت ہے تو سُن لیجے
کلام اُس کا نہیں جس کو غم روزِ جزا باقی

اشعار مسٹر نذیر احمد مع ردّ

مسیحا کون سَیّد پکارے سب ہیں کہتا ہوں	قال	صد وسی سال رکھیہ اور اُس کو کے خدا باقی
مسیحا کہتے جاؤ اور جینے کی دُعا مانگو	اقول	مگر ہے اپنے مذہب پر تمھیں غم دار کا باقی
مسیحا پھر بنانا پہلے کھو دو اِس رسُولی کو		ابھی تو ہے اُسے اپنا علاج اپنی دوا باقی
نہیں زیبا بتائے کوئی بُلبُل اپنے اُلّو کو		رہے جس وقت تک وہ صورتِ نکبت فزا باقی
بھلا ہے یا بُرا یہ جانے یا اس کا خدا جانے	قال	مگر ہے کوئی اس کی شان کا اِس کے سوا باقی
نبی اسکو کہا تُم نے خُدا اسکو بنا لیتے	اقول	جو ہوتا کوئی اِس انداز کا اِس کے سوا باقی
تمھاری فکرِ نازک میں وجود اس کا جو قائم ہو		تم آپ ہی جان لو اک اور ہے اس رنگ کا باقی
عقائد کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا	قال	قیامت کو بھی رہنے دوگے کوئی فیصلہ باقی
عقائد سے کسی کے بحث کیا اتنے ہی کہنے پر	اقول	ذرا اے پردہ والے دیکھ کچھ پردہ رہا باقی
بظاہر بھولی باتیں اور باطن میں غضب گھاتیں		ابھی دُنیا میں ہیں عیّار نادانی نما باقی
یہی اِک فردِ اکمل ہے کہ جس کو دیکھ کر جانا	قال	ہماری ناؤ کا بیڑے ہیں ایک ناخدا باقی
تمہارے ناخدا نے ڈبو کر گنگا اُٹھائی ہے	اقول	نہ چھوڑے گا نہ چھوڑے گا بیڑے کا پتا باقی
تُم اپنی ناؤ کا لنگر اگر اُس کو تھما بیٹھے		سمجھ رکھو کہ بس اب ڈوبنا ہی رہ گیا باقی
جزاک اللہ خیرا قوم کی اصلاح حالت میں	قال	دقیقہ ایک بھی تُو نے نہیں رکھا اُٹھا باقی
کریگا دین میں جو شر نہ ہرگز خیر پائے گا۔	اقول	عبث رکھتے ہو تم میرے خُدا سے آسرا باقی
رہی اصلاح اُسکی کیفیت صُورت سے ظاہر ہے		کہیں ہے چکنے گالوں پر محاسن کا پتا باقی

ــلہ میرے پیارے سُنّی بھائی ضرور خیال فرمائینگے کہ ندوہ مخذولہ کی خبر نہ لی گئی۔ اسکی نسبت مجھے اسقدر عرض کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ قصیدہ ندوۂ ہند کی پیدائش سے پہلے کا عرض کیا ہُوا ہے اور اگر غور کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو جس طرح ندوہ کا رد سب بد مذہبوں کا رد ہے اسیطرح انکا رد اُس کا رد تو اس حالت میں ضمناً میں اِس اعتراض سے بری ہو چکا ۱۲ حسن

خدا نے تم کو پہنچایا ہے اُن اعلےٰ مراتب پر	قال	فزوں تر جن سے اب کوئی نہیں ہے مرتبہ باقی
طریق مختصر پر گر ترے القاب یک جا ہوں		تو مشکل کہ ابجد میں رہے حرف ہجا باقی
معاذ اللہ الوہیت پہ تم نے مہربانی کی ۔	اقول	خدا نے تجھ کو ۔ کہکر دکھ لیا یہ مرتبہ باقی
جو سچی ہجو سچے عیب لکھے کوئی کولی کے		بہت مشکل ہے رہجائے کوئی حرف ہجا باقی
مگر معلوم ہے تجھ کو مسرت کچھ نہیں اس کی	قال	کہ تو ہے دردمند قوم اور تیرا گلہ باقی
ہو اُسکے واسطے دنیا بہشت اسکو الم کیا ہے	اقول	غلط بالکل غلط اب بھی ہو کچھ اس کا گلہ باقی
محالِ عقل ہے تجھ کو اس دنیائے فانی میں	قال	سوائے قوم کوئی آرزو یا التجا باقی
محالِ عقل ہو بیشک کہ اب دنیا میں کولی کو	اقول	سوائے زر ہو کوئی آرزو یا التجا باقی
نہو بیدل اور اپنی ہی کیئے جا صرف ہمت بس	قال	کہ سب کے سر پہ اب تو ہی ہے اک بوڑھا بڑا باقی
تمھیں انکار ہے جسکا یہ اُس کا اک خلیفہ ہے	اقول	وہ اس بوڑھے کے سر پر بھی ہے اک بوڑھا بڑا باقی
اگر انعام کی تجھ کو توقع ہے تو باور رکھ	قال	خدا کے پاس ہے تیری جزا تیرا صلہ باقی
خدا اُس سے مسلمانوں کو اپنے حفظ میں رکھے	اقول	خدا کے پاس ہے اُس کے لئے جو کچھ صلہ باقی
تجھے روئیگی سر پر ہاتھ رکھ کر قوم بد قسمت	قال	اور اُسکو دیکھ لیگا جو کوئی جیتا رہا باقی
کہو جیسے صد و سی سال جینے کی دعا مانگو	اقول	پھر اُسکی لاش پر رونیکا بھی ہے آسرا باقی
نہو ویں کارگر گر لاکھ تدبیریں تو کیا پروا	قال	ابھی سب سے بڑی باقی ہے تدبیر دعا باقی

اقول

طویلہ میں اگر لتیاؤ کی ٹھیری غضب آیا
وہ شکر ہے دعا کا آپ کے لب پر دعا باقی

اختتام ردّ اشعار مسٹر و آغاز حال پیر نیچر و مقلدان پیر نیچر

اسے کہتے ہیں خضر قوم بعض احمق زمانہ میں	یہ وہ ہے آٹھ سو کم کر کے جو کچھ رہ گیا باقی
مزارِ پیر نیچر سے بھی نکلے گی صدا پیہم	چڑھا جاؤ گرہ میں ہو جو کچھ پیسا ٹکا باقی
تہی ہمدردیاں ہیں لوٹ کر ایمان کی دولت	نہ چھوڑا قوم میں افلاس عقبےٰ کے سوا باقی
ظروفِ میکدہ توڑے تھے چنگر محتسب نے سب	الٰہی رہ گیا کس طرح یہ چکنا گھڑا باقی
مریدوں پر جو پھیرا دستِ شفقت پیر نیچر نے	نہ رکھا دونوں گالوں پر ابھی بال کا باقی
مسلماں بن کے دھوکہ دے رہا ہے اہلِ ایماں کو	یہی ہے ایک پہلے وقت کا بہروپیا باقی

غضب ہے نیچری حسنِ خرد پر ناز کرتے ہیں
نہیں کیا شیرپور میں کوئی ان کے جوڑ کا باقی

علی گڑھ کے سفر میں صرف کر دی دولتِ ایماں
بتاؤ مجھ کو زیر تو باقی کیا رہا باقی

گیا ایمان تو داڑھی بھی پیچھے سے روانہ کی
پرانے رنگ کا اب کیوں رہے کوئی پتا باقی

بپا بوٹ بہ بر کوٹ و بر سر سرخ سر پوش ہے
کہو اب بھی مسلماں ہو نہیں کچھ رہ گیا باقی

عقب میں ہو اگر کتا تو پھر میں کیا کہوں کیوں ہو
جو آگے ہے تو ان کا ہے یہی اک پیشوا باقی

مشائخ تو مشائخ ہیں کرامت تو کرامت ہو
انہوں نے انبیا میں بھی نہ رکھا معجزا باقی

یہ منکر اس کے منکر اُسکے منکر سب کے منکر ہیں
سمجھ لیجے کہ سارے کلمہ میں ہی حرف لا باقی

رسولی کو رسالت کی سند سمجھے ہیں کیا چالاک
نہ رکھا جو نبی کہنے میں کوئی مرحلہ باقی

گیا تو پارسل ایماں کا سیج ۔ ایس ۔ آئی کو
پر اس کے ٹوٹنے کا دل میں اندیشہ رہا باقی

لگائی احتیاطاً چار جانب آڑ داڑھی کی
اور اتنے وزن کی محصول میں تھی تھی بھجا باقی

عجب ہے نیچری بیوقت کی کیونکر اڑاتے ہیں
اگر تم نے جری دیکھو نہ پاؤ گے صدا باقی

جو مرغی کے گلے کا گھونٹنا جائز سمجھتے ہیں
انہیں پھر حرمت و حلت سے کیا مطلب رہا باقی

چھری کا نٹا لیے مردار مرغی سے جو لڑتے ہوں
پھر ایسوں کی شجاعت میں رہا کیا مرحلہ باقی

الٰہی نیچریت ہے کہ کوئی بالخوارہ ہے
سر مونچھی نہ رکھا جس نے داڑھی کا پتا باقی

جسے تکتی تھیں وقت بذلہ سنجی مجبروں میں سب
سوائے ڈیم فول اس منہ میں اب کچھ بھی رہا باقی

علم ان کے مسلمانوں کے ہیں اور ان سے ظاہر ہے
برائے نام اب اسلام ان میں رہ گیا باقی

ٹڈل نے مذہب و ملت سے غفلت میں رکھا کیا کیا
نہ یادِ کبریا باقی نہ ذکرِ مصطفےٰ باقی

قریب پاس جاکر دور ایماں سے ہوئے اکثر
جو دور اس پاس سے ہیں پاس دیں کو رہا باقی

رلی ہے زک پہ زک بدمذہبوں کو اہلِ سنت سے
مگر اب بھی ہے وہ جرأت وہ ہمت حوصلہ باقی

اگر ایمان رکھتے ہوں تو وہ ایمان سے کہدیں
جو دل میں مصطفی آنکھوں میں ہو شرم و حیا باقی

ثبوتِ حق میں اہلِ حق نے تحقیقات کی کیا کیا
کوئی ابراد کوئی شبہ کوئی شک رہا باقی

معاند اہلِ سنت پر اگر پا جائیں گے قابو
مسلمانی کا عالم میں نہ چھوڑینگے پتا باقی

حسن پہلے تو کرتا ہے دعا اُنکی ہدایت کی
نہ ہو منظور تو ان کو فنا فرمادے یا باقی

اشعارِ متفرقات

یہ رحمت ہے کہ بیتابانہ آئینگے قیامت میں
جو غل پہنچا گرفتارانِ اُمت کے سلاسل کا

دیگر
ہے جمالِ حق نما بارہ اماموں کا جمال
اس مبارک سال میں ہے ہر مہینہ نُور کا

دیگر
فلک ہفت آسماں کے جبہ سا ہیں
تعالیٰ اللہ یہ رتبہ آستاں کا
الٰہی روشن ہوں میرے دل کی آنکھیں
جو سُرمہ ہو غبار آستاں کا
حسنؔ ہم کو نہیں خوفِ معاصی
سہارا ہے شفیعِ عاصیاں کا

دیگر
خوفِ محشر سے ہے فارغ دلِ مضطر اپنا
کہ ہے محبوبِ خدا شافعِ محشر اپنا

دیگر
داغِ دل یادِ دہانِ شہ میں مرجھائینگے کیا
جنکو دیں کوثر سے پانی گُل وہ کُملائیں گے کیا
جس قدم کا عرش پامالِ خرامِ ناز ہو
اُس کے نیچے موم یہ پتھر نہ ہو جائیں گے کیا
جنکی پیاری انگلیوں سے نُور کے چشمے بہے
اُن سے عصیاں کے سیہ نامے نہ دُھلجائیں گے کیا
کوثر و تسنیم کس کے ہیں ہمارے شہ کے
حشر کے دن پھر ہمیں پیاسے بھی رہجائیں گے کیا

دیگر
کیا بیاں ہو عز و شانِ اہلِ بیت
کبریا ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

دیگر
لاش میری ہو پڑی یارب میانِ کوئے دوست
پڑتی ہو اُڑ اُڑ کے گردِ رہروانِ کوئے دوست

دیگر
مولےٰ دکھا دو جلوۂ دیدار الغیاث
بے چین ہے بہت دلِ بیمار الغیاث

دیگر
کیا خوف ہو خورشیدِ قیامت کی تپش کا
کافی ہے ہمیں سایۂ دامانِ محمدؐ
ہوتے ہیں فدا مہر و قمر حسنِ بیاں پر
پڑھتا ہوں جو مدحِ رُخِ تابانِ محمدؐ

دیگر
رنگِ چمن آرائی اُڑانے کی ہوا میں
چلتی ہے صبا دامنِ مولےٰ سے لپٹ کر

دیگر
رو رہا ہوں یادِ دندانِ شہِ تسنیم میں
عین دریا میں ہے مجھ کو آبِ گوہر کی تلاش
سایۂ نخلِ مدینہ ہو زمینِ طیبہ ہو
تختِ زریں کی مجھے خواہش نہ افسر کی تلاش
چھوڑ کر خاکِ قدم اکسیر کی خواہش کرے
خاک میں ملجائے یارب کیمیاگر کی تلاش
ان لبوں کی یاد میں دل کو فدا کیجے حسنؔ
لعل پتھر ہیں کریں ہم خاک پتھر کی تلاش

دیگر
ہے شادیِ تجلیِ جاناں مآلِ عشق
کیونکر نہ ہو خوشی سے گوارا ملالِ عشق
لا پھول ساقیا کہ گُل داغ کھل گئے
آئی ہے جوش پر جو بہارِ جمالِ عشق
جس کو یہ سرفرازئ سردار ہو نصیب
کیا کیا بیان کیجیے اوج و کمالِ عشق

مدہوشیوں کے لطف اٹھاؤں میں آہ حسن
دل پر مرے گرے کہیں برقِ جمالِ عشق

دیگر

شمس العلما امامِ اعظم
بدر الفقہاء امامِ اعظمؒ

مقبول جنابِ مصطفائی
محبوب خدا امامِ اعظمؒ

چالیس برس نہ سوئے شب بھر
تاج العرفا امامِ اعظمؒ

گمراہ ہوں کس طرح مقلد
ہیں راہنما امامِ اعظمؒ

دیگر

کیا کہوں کیا ہیں مرے پیارے نبی کی آنکھیں
دیکھیں ان آنکھوں نے نورِ ازلی کی آنکھیں

نیم وا غنچۂ اسرارِ الٰہی کہیے
یا یہ ہیں نرگسِ باغِ ازلی کی آنکھیں

دھل گئی ظلمتِ اعمال پڑی جس پہ نظر
عین رحمت ہیں شہِ مطلبی کی آنکھیں

چشمِ بد دور عجب آنکھ ہے ماشاء اللہ
ہم نے دیکھیں نہ سنیں ایسی کسی کی آنکھیں

دیگر

کس کا جلوہ نظر آیا مجھ کو
آپ میں دل نے نہ پایا مجھ کو

لب و حسنِ نمکیں کے آگے
نمک و قند نہ بھایا مجھ کو

اے مرے ابرِ کرم ایک نظر
آتشِ غم نے جلایا مجھ کو

جب اٹھا پردۂ غفلت دل سے
ہر جگہ تو نظر آیا مجھ کو

پردہ کھل جائیگا محشر میں مرا
گر نہ دامن میں چھپایا مجھ کو

کیوں کھلی رہتی ہے چشمِ مشتاق
کون ایسا نظر آیا مجھ کو

کیا کہوں کیسی وہ صورت تھی حسن
جس نے دیوانہ بنایا مجھ کو

دیگر

گلو! دیکھو ہمارے گل کی نکہت ہو اور ایسی ہو
قمر میری نظر سے دیکھ طلعت ہو اور ایسی ہو

شہا نامِ خدا تیرا تو کیا کہتا کہ خالق کہہ
ترے پیرو بھی پیارے ہیں محبت ہو اور ایسی ہو

دیگر

یا رب وہ دل دے جسمیں کسی کی ولا نہ ہو
غیرِ خدا نہ ہو کوئی جز مصطفےٰ نہ ہو

صورت بنائی حق نے تری اپنے ہاتھ سے
پیارے ترا نظیر نہ پیدا ہوا نہ ہو

اے بوالہوس نصیب تجھے کیمیا کہاں
جب تک تو خاکپائے حبیبِ خدا نہ ہو

یا رب وہ نخل سبز رہے جسکی شاخ میں
جز داغِ عشق اور کوئی گل کھلا نہ ہو

دیگر

معاذ اللہ اس دل کو عذابِ حشر کا غم ہو
کہ جس کا حامی و یاور جنابِ غوثِ اعظمؓ ہو

لبِ جاں بخش نے دی جانِ تازہ دین و ایماں کو
محی الدین نہ کیونکر پھر تمہارا اسمِ اعظم ہو

جلا دیتے ہو مردوں کو دلِ مردہ جلا دیجے
تم اس امت میں شاہا یادگارِ ابنِ مریم ہو

اصحابِ پاک ہیں ہی شمارِ معاویہ	دیگر	کیونکر بیاں ہو عزّ و وقارِ معاویہ
آپ ہیں ختمِ رسل ختمِ رسالت مہر ہے	دیگر	آپ آئینہ ہیں وہ تصویرِ پُشتِ آئینہ
گر رسالت کی گواہی چاہتے ختمِ رسل		بول اُٹھا طوطیٔ تصویرِ پُشتِ آئینہ
غُبارِ بیکساں کو کوئی پہنچادے مدینہ تک	دیگر	لپٹتا ہے ہر اک دامن سے سب کے پاؤں پڑتا ہے
فانی فانی ہستی فانی	دیگر	باقی باقی باقی فانی
ہستی کی پھر ہستی کیا ہو		ٹھیری جب یہ فنا بھی فانی
نفس کا فرناز ہے کس پر		ہے سب رام کہانی فانی
میرا تیرا کب تک پیارے		میں بھی فانی تو بھی فانی
طعمۂ خاک ہیں شاہ گدا سب		تخت و تاج و گدائی فانی
نیست ہیں یہ سب مجنوں عاقل		صحرا فانی بستی فانی
دیکھ لے حالِ حباب و شرر کو		دم میں ہو گئی ہستی فانی
ایک بقا ہے ذاتِ خدا کو		باقی ساری خدائی فانی

قولِ حسن سن قولِ حسن ہے
باقی باقی فانی فانی ۔

تواریخ

تاریخِ طبع نتیجۂ فکرِ عرش پیما عالیجناب اعلیحضرت مجددِ مائۃ حاضرہ قبلہ وکعبہ مولانا مولوی حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قوتِ بازوئے من سنّی نجدی فگن ۔	حاج و زائر حسن سلمہٗ ذوالمنن
نعت چہ رنگیں نوشت شعر خوش آئیں نوشت	شعر نگو دیں نوشت دُور ز ہر ریب و ظن
شرع ز شعرش عیاں عرش بہ بیتش نہاں ۔	سنیہ را حرزِ جاں نجدیہ را سر شکن

قلقل ایں تازہ جوشِ بادہ ہنگام نوش	نور فشاند بگوش شہد چکاں در دہن
کلکِ رضا سالِ طبع گفت بہ افضالِ طبع	زانکہ ز اقوالِ طبع کاک بود نغمہ زن
اوج بہیں محمدت جلوہ گہہ مرحمت ۱۳۲۶	عافیت عاقبت باد نوائے حسن ۱۳۲۶ھ
باد نوائے حسن باب رضائے حسن ۱۳۲۶ھ	باب رضائے حسن باز بہ جلب منن ۱۳۲۶ھ
باز بہ جلب منن بازوِ بختِ قوی ۱۳۲۶ھ	بازوِ بخت قوی نیک حجاب محن ۱۳۲۶ھ
نیک حجاب محن فضل عفو و نہی ۱۳۲۶ھ	فضل عفو و نہی حبل وی و حبل من ۱۳۲۶ھ

ولہ زید مجدہ

نعتِ حسن آمدہ لغت حسن ۱۳۲۶ھ	حسنِ رضا باد بزیں سلام ۱۳۲۶ھ
انّ من الذوقِ لسحرٌ ہمہ ۱۳۲۶ھ	اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃ تمام ۱۳۲۶ھ
کلکِ رضا داد چناں سالِ آں ۱۳۲۶ھ	یافت قبول از شہِ راسُ الانام ۱۳۲۶ھ

مختصر تذکرہ حضرت مصنف نوّر اللہ مرقدہٗ السامی از شاعر گرامی جناب حکیم سیّد برکت علی صاحب نامی بریلوی

سرگذشتِ عہدِ گل را از نظیری بشنوید ✣ عندلیب آشفتہ تر میگوید ایں افسانہ را

آہ چمنستانِ سخن کا وہ سرسبز و شاداب گلشن جسمیں طرح طرح کے غنچے تر و تازہ نظر آتے تھے - آج ایک کملایا ہوا پھول بصد حسرت و حرمان نظر آرہا ہے کہ زمانے کے ناگوار صدموں سے مرجھا گیا ہے - آہ! یہ پھول کونسا ہے - یہ حضرت اُستاذی حسن بریلوی ہیں جن کے کمالِ سخن کی خوشبوؤں سے چمنِ شاعری مہک رہا تھا - جن کی رنگینیِ کلام کی سرسبز و شاداب شاخیں میدانِ سخن کو گھیرے ہوئے تھیں - جن کے محاورات کی بندشیں عالم و عالمیان کو اپنا وارفتہ بنائے ہوئے تھیں - اور کیوں نہ ہوتے آخر کس کیاری کے پھول تھے کس چشمہ سے سیراب ہوئے تھے - یہ اپنے پدرِ بزرگوار اعلےٰ حضرت امام العلما حضور سیدنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے خزائن علم و عقل سے مستفیض اور جواہر معانی و فضل سے بہرہ ور تھے - اور سرچشمہ سخن فصیح الملک بلبلِ ہندوستان حضرت اُستاد داغ دہلوی مرحوم کی نہروں سے اپنے گلستانِ شاعری کے پودوں کو سینچا تھا - ایک مدت تک ریاست رامپور میں رہ کر اُستاد کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے - اور بریلی آکر اپنے اخی معظم مرکز دائرہ علوم مجدد مأتہ حاضرہ عالمِ اہلسنت حضرت مولٰینا مولوی حاجی مفتی جناب محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ دام اللہ

تعالےٰ برکاتہم و افضالہم کی صحبت سے فیض معنوی حاصل کیا کیئے - غرض ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ سے ۳- شوال ۱۳۲۶ھ تک اسی گھر میں نشو و نما پائی - اللہ اللہ خوش قسمتی دیکھیے کہ سنِ رحلت سے ایک ہی سال پہلے حج بیت اللہ کے اہم فرض کو پورا کر کے اپنے اندر سچے اور پاک قلب کو زیارتِ حرمین طیبین کے چمکتے ہوئے نور سے منور کیا - اس سچے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سچی محبت نے ان کے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ واپس آکر دنیوی کاموں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا - آتے ہی ان کے جذبِ محبت نے ان کو طبع دیوان نعت پر آمادہ کر دیا - اور اشاعت شروع کرادی - انشاء اللہ العظیم سرکارِ کریم سے وہ حسن قبول فرمایا کہ دورانِ طبع ہی میں یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کا حکم پہنچا وہ تو اچھے تھے - اور انشاء اللہ الکریم بہت اچھے رہے - مگر مہجوروں پر گزری جو گزری - اُف اس قیامت خیز سین کو ناؔمی محزون کے قلم و زبان کے دل میں کہاں قوت جو کچھ بھی لکھ سکے - لہٰذا سلسلہ مضمون کو اس وعدہ پر ناتمام چھوڑ کر رخصت ہوتا ہے - کہ اس کے بعد کسی موقع پر مضمون پورا کر دیا جائے گا ۔

تاریخ وفات حضرت مصنّف

از نتیجہ طبع گرامی حکیم سیّد برکت علی صاحب ناؔمی تلمیذ مصنّف

ناؔمی خستہ نہ نالم بچہ رو
دلم از فرقتِ استادم سوخت
ہر کہ پرسید زمن باعثِ غم
سالِ فوتش ز جوابم جوئید

کوہ افتاد دریا افتاد
از لبم چوں نہ برآئید فریاد
گفتمش سوئے جناں رفت استاد
۱۳۲۶ھ
دیگر امروز نمیدارم یاد

تمت

مکتبۂ رضویہ
[illegible] اسٹریٹ آرام باغ